خلاصہ

نورالانوار

دورانِ سبق استادِ محترم کی تقریر کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر کوئی صاحبِ علم غلطی پر مطلع ہو تو رہنمائی فرمادے۔

مرتب : معشوق علی عطاری

مدرس :
استاذ العلماء غلام حیدر مدنی
دامت فیوضہم

ششماہی اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س: الحمد للہ الذی ھدانا الی صراط المستقیم عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: **الحمد:-** ھو الثناء باللسان علی جمیل الاختیاری

اللہ:- اللہ علم علی الاسم الذات الواجب الوجود

ھدانا: ھدانا اسم کا مصدر الھدایۃ ہے اور اسکے دو معنی ہیں

الھدایۃ

الدلالۃ الموصلۃ الی المطلوب
(ایصال الی المطلوب)
ایسی رہنمائی جو مطلوب تک پہنچا دے

الدلالۃ علی ما یوصل الی المطلوب
(ارادۃ الطریق)
ایسی شے پر رہنمائی جو مطلوب تک لے جائے

ھدایۃ کا قاعدہ:-

اگر ھدایۃ کی نسبت اللہ جل جلالہ وتبارک وتعالی کی طرف کریں گیں تو پہلے والا معنی لیں گیں۔ اور اگر ھدایۃ کی نسبت رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم یا کتاب اللہ کی طرف کریں تو دوسرا معنی مراد ہوگا۔

اگر ھدایۃ الی یا لام "ل" کے صلے کے ساتھ استعمال ہو تو دوسرا معنی مراد لیں گیں۔ اور اگر الی یا لام "ل" کے صلے کے بغیر ہو تو پہلے والا معنی مراد لیں گیں۔

اعتراض:-

(الحمد للہ الذی ھدانا الی الصراط المستقیم)

اس میں کونسا معنی مراد لیں گیں اس میں دونوں معنی جمع ہو رہے ہیں؟

ج: دونوں معنی مراد لے سکتے ہیں اگر پہلے والا معنی مراد لیں تو الی کو زائدہ بنائیں گیں اور اگر دوسرا معنی مراد لیں تو ھدانا کے بعد رُسُلہ محذوف نکالیں گیں۔

الصراط المستقیم:- یعنی سیدھا راستہ۔

اس سے مراد وہ شارع عام ہے (عام رستہ) ہے جس پر سیدھی اور الٹی جانب مڑے بغیر ہر ایک انسان چلتا ہے اور یہ افراط و تفریط کے بیچ درمیان والا راستہ ہے۔ اور یہ تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے افراط یعنی سختی والی شریعت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تفریط (یعنی نرمی) والی شریعت کی درمیانی شریعت ہے۔

نیز:- یہ اہلسنت وجماعت کے عقائد پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ یہ بھی متوسط عقائد والی جماعت ہے جبریہ، وقدریہ، رافضی اور خارجی تمام جماعت والوں کے مقابلے میں۔

س: والصلوٰۃ علی من اختص بالخلق العظیم اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: اَلصَّلوٰۃُ صلوٰۃ کے لغوی معنیٰ ہے دعا کرنا اور یہاں پر اس سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس کا فضل اور انعام مراد ہے۔
مَنِ اخْتُصَّ اس عبارت سے کنایۃً حضور علیہ السلام کی ذات گرامی مراد ہے
الخلق العظیم خلق سے مراد ایسا ملکہ ہے کہ جس سے سہولت و آسانی کے ساتھ اچھے افعال کا صادر ہوتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق عظیم کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔

1: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا خلق عظیم وہ قرآن ہے۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام قرآن پر بلا تکلف عمل کرتے ہیں۔

2: خلق عظیم سے مراد دونوں جہاں کی سخاوت اور خالق کی طرف متوجہ ہونا ہے۔
جبکہ اصح قول یہ ہے کہ خلق عظیم سے مراد وہ راستہ ہے کہ جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ اور تمام مخلوق راضی ہو جائے۔
اور یہاں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلق عظیم سے اس لیے خاص کیا گیا ہے کیوں کہ یہ صفت سنتے ہی ذہن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

سوال: وَعَلٰی اٰلِہِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِنُصْرَۃِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ اس عبارت کی وضاحت کریں
آل :- "آل" کی اصل اَہل تھی "ہ" اور "ء" ہمزہ قریب المخرج تھا۔ "ہ" کو ہمزہ سے بدلا تو آأل ہو گیا پھر دونوں ہمزہ کا ادغام کیا تو آل ہوا آل سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت حضور علیہ السلام کی عترت یا پھر ہر متقی مومن مراد لیا جاتا ہے۔
اور یہاں تیسری چیز ہی زیادہ مناسب ہے کیوں کہ اس سے عمومیت ہے

اَلدِّیْنُ :- ھو وضع الٰھی سائق لذوی العقول باختیارھم المحمود الی الخیر بالذات وھو یشمل العقائد والاعمال۔
اس سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کے وضع کیے ہوئے وہ احکام ہیں جو ذوی العقول کو ان کے اختیار کے ساتھ بالذات بھلائی کی طرف لے جائے
نیز دین کا اطلاق عقائد و اعمال پر بھی ہوتا ہے اور دیگر دین بھی اس میں شامل ہیں۔ لیکن یہاں پر اَلْقَوِیْمُ صفت کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت دین اسلام ہی مراد لیں گے۔

س ۱: اصول فقہ کی تعریف عربی میں بیان کریں؟

اصول فقہ :-

اصول الفقہ علم یبحث فیہ عن اثبات الادلۃ الاحکام

موضوع :- الادلۃ والاحکام

ادلۃ :- علم اصول فقہ میں دلائل سے اس لئے بحث کی جاتی ہے کیونکہ یہ احکام کو ثابت کرنے والی ہے۔ اور احکام سے اس لئے بحث کی جاتی ہے کہ یہ دلائل سے ثابت کی جاتی ہے۔

س ۲: اعلم ان اصول الشرع ثلاثۃ عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: اصول اصل کی جمع ہے اور اس سے مراد (ما یبتنی علیہ غیرہ) یعنی جس پر کسی دوسری چیز کی بنیاد ہو اور اس سے مراد دلائل ہیں۔

الشرعُ :- شرع مصدر ہے اور اس میں دو (2) احتمال ہیں شرع بمعنی "شارع" شرع بمعنی "مشروع"

جب یہ شارع کے معنی میں ہو تو اس سے مراد وہ دلائل ہوں گے جن کو شارع علیہ السلام نے بطور دلیل بیان فرمائے ہوں گے۔ اور اگر مشروع کے معنی میں ہو تو اس سے مراد احکام مشروعہ کے دلائل ہوں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ شرع سے مراد دین لیا جائے۔

اعتراض :-

ماتن نے اصول شرع کہا اصول فقہ کیوں نہیں کہا؟

ج :- کیونکہ جس طرح یہ تینوں فقہ کے اصول ہیں۔ اسی طرح یہ علم الکلام (عقائد) کے بھی اصول ہیں۔

س: الکتاب، والسنۃ، واجماع الامۃ سے کیا مراد ہے؟

ج: الکتاب :- سے مراد یہاں کتاب اللہ کا بعض حصہ ہے جس کی مقدار (500) آیتیں ہیں اور بقیہ "قصص" "خوشخبری" وغیرہ کے بارے میں ہے۔ اور اسی طرح سنۃ سے مراد بھی سنت کا بعض حصہ ہے جسکی تعداد (3000) احادیث ہیں۔ اور اجماع امت سے مراد حضور علیہ السلام کی امت کا اجماع ہے خواہ وہ اہل مدینہ کا اجماع ہو یا عترت رسول کا اجماع ہو یا پھر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا اجماع ہو۔

س: والاصلُ الرابعُ القیاسُ :- عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: اس عبارت کے معنی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے تین اصول "کتاب، سنۃ، اجماع" کے بعد چوتھی اصل وہ قیاس ہے۔ جو مذکورہ تین اصول سے (مُستنبَط) نکالا گیا ہو۔

نوٹ :- ماتن کو چاہیے تھا کہ وہ القیاس کے ساتھ (المُستنبطُ مِنْ هٰذِهِ الاُصُولِ الثَّلاثَةِ) کی قید کا بھی اضافہ کرتے تاکہ اس سے قیاس شبہی اور عقلی خارج ہو جائے۔

لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے مشہور ہونے کی وجہ سے اس قید کا اضافہ نہیں کیا۔

س کتاب، سنۃ اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں بیان کریں؟

(ج) اَلْقِیَاسُ مُسْتَنْبَطٌ مِنَ الْکِتَابِ:-

لواطت کے حرام ہونے کو قیاس کرنا حالت حیض میں وطی کے حرام ہونے پر تکلیف والی علت کی وجہ سے قولہ تعالیٰ (لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ) اَلْقِیَاسُ مُسْتَنْبَطٌ مِنَ السُّنَّةِ) جیسے چونے کو کمی بیشی سے بیچنا سود ہے اسکو قیاس کرنا ان "6" چھ چیزوں پر جو حدیث میں مذکور ہیں قدر مع الجنس کی علت کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا فرمان۔ (الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلا بمثل يدا بيد والفضل ربوا")

السقیاس مستنبط من الاجماع:-

جیسے مزنیہ (جس سے زنا کیا گیا) کی ماں کے حرام ہونے کو قیاس کرنا اس باندی کی ماں پر جس باندی سے وطی کی گئی ہو جزئیت کی علت کی وجہ سے یہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

س ماتن نے چاروں اصول شرع کو ایک ساتھ ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

ج اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ پہلے تین اصول (کتاب، سنۃ، اجماع) قطعی ہیں جبکہ قیاس ظنی ہے۔ نیز:- قیاس کے ساتھ "الاصل" کی قید لگا کر ماتن علیہ الرحمہ نے منکرین قیاس کا بھی رد فرمایا۔ اور الترتیب:- کیونکہ ماتن علیہ الرحمہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قیاس کا مرتبہ تینوں اصولوں کے بعد ہے۔ جب حکم ان تینوں سے ثابت ہو گا کسی اور کی طرف نہیں پھیریں گے۔

س اصول شرع کی وجہ حصر بیان فرمائیں؟

ج وجہ حصر:-

مستدل (دلیل پکڑنے والا) کا دلیل پکڑنا دو حال سے خالی نہیں ہو گا وہ وحی سے استدلال کرے گا یا غیر وحی سے استدلال کرے گا اگر وحی ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا۔ یا تو وہ (تلاوت کیا جانے والا) ہو گا یا نہ۔ ہو گا اگر ہو تو کتاب اور اگر نہ ہو تو سنۃ اور اگر غیر وحی سے استدلال کرے تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا کہ وہ تمام کا قول ہو گا یا نہیں۔ اگر ہو تو اجماع ورنہ قیاس۔

اعتراض:-

ہم سے پہلے والی شریعت، تعامل الناس، قول صحابی اور استحسان وغیرہ سے بھی احکام شرع ثابت ہوتے ہیں۔ تو آپ کا صرف ان چار چیزوں پر اصول شرع کو منحصر کرنا درست نہیں۔

ج عام سے ماقبل والی شریعت سے ثابت ہونے والے مسائل کتاب و سنت کے ساتھ ملحق ہیں اور تعامل الناس اجماع کے ساتھ ملحق ہے جب کہ قول صحابی اگر قیاس کے مطابق ہو تو قیاس کے ساتھ ملحق ہے اور اگر خلاف قیاس ہے تو سنت کے ساتھ ملحق ہے نیز استحسان وغیرہ قیاس کے ساتھ ملحق ہے۔

س کتاب اللہ کی تعریف مع فوائد وقیودات بیان فرمائیں؟

ج کتاب اللہ:۔ فالقرآن المنزل علی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلاً متواترا بلا شبہۃ۔

فوائد وقیودات

القرآن المنزل علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

القرآن:۔ لفظ قرآن میں دو احتمال ہیں۔
اس سے مراد علم (نام) ہو جیسے کہ مشہور ہے تو یہ قرآن کی تعریف لفظی ہے یا یہ قرآن مقروًّا یا مقروء کے معنی میں ہے

المنزل:۔ اس قید کے ذریعے ان تمام کتابوں سے احتراز کیا گیا ہے جو غیر سماوی ہیں۔

علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔ علی الرسول کی قید سے دوسری تمام سماوی کتب سے احتراز کیا گیا ہے کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی۔

نوٹ:۔

المنزل کو دو طریقوں سے پڑھنا جائز ہے

1 المُنْزَل:۔ تخفیف کے ساتھ (از باب افعال)

2 المُنَزَّل:۔ تشدید کے ساتھ (از باب تفعیل)

پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ قرآن پاک وہ کتاب ہے جو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک ہی مرتبہ اتارا گیا اور پھر آسمان سے زمین کی طرف موقع محل کے اعتبار سے ایک ایک آیت نازل ہوئی۔

جبکہ:۔ دوسری صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ قرآن پاک وہ کتاب ہے جو دور نبوت میں بہت فرقوں اتارا گیا تھوڑا تھوڑا کر کے۔

المکتوب فی المصاحف:۔

یہ قرآن پاک کی تعریف کی دوسری صفت ہے اور مکتوب سے مراد مثبت ہے کیونکہ مکتوب حقیقت میں نقوش کو کہتے ہیں نہ کہ لفظ اور معنی کو کیونکہ یہ دونوں مصاحف میں موجود ہوتے ہیں۔
الفاظ حقیقی طور پر اور معنی تقدیری طور پر۔

المَصَاحِف :-

المصاحف میں الف لام جنس کا ہے اگرچہ اسکی وجہ سے مصاحف میں عموم پایا جاتا ہے مگر آخری قیود سے دیگر مصاحف جدا ہوں گے یا پھر المصاحف میں الف لام عہد کا ہے اور معہود (مراد) سبعہ کے مصاحف ہیں جو کہ عوام میں مشہور ہیں (نیز - المکتوب فی المصاحف :- کی قید سے وہ آیات بھی خارج ہوگئیں جو کہ منسوخ التلاوۃ دون الحکم تھیں -
نیز :- وہ قراءتیں بھی خارج ہوگئیں جو مصاحف میں لکھی نہیں گئی ہیں -

المنقول عنہ نقلاً متواتراً بلا شبہۃ -

یہ قرآن پاک کی تیسری (تعریفی) صفت ہے -
اس مراد یہ ہے کہ، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہو تواتر کے طور پر اس طرح کہ اس سے نقل کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو

متواتر :-

اس قول کے ذریعے قرآن کے وہ آیات خارج ہوئیں جو خبر واحد کے ذریعے منقول ہیں -
جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت چور کی حد کے بارے میں - فَاقْطَعُوا أَيْمَانَهُمَا -

بلا شبہ :-

اس سے مراد پر وہ قرأت ہے جو متواتر ہے کیونکہ متواتر میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بلا شبہ سے مراد تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) جیسی آیت کو خارج کرنا ہے کیونکہ اسکے قرآن ہونے میں شبہ ہے اسوجہ سے اسکے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا اور نماز میں صرف اسکی قراءت سے اکتفاء نہیں کرتے اور اسی طرح جنبی، حیض والی عورت کیلئے بھی اسکی قراءت کرنا جائز ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ قرآن پاک میں سے ہے نیز اسکے منکر کو شبہ کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاتا اور نماز میں اسی پر اکتفاء نہ کرنا اسکی مکمل آیت نہ ہونے کی وجہ سے جبکہ جنبی اور حیض و نفاس والی کیلئے اسکی قراءت کا جائز ہونا تبرک کے قصد سے نہ کہ تلاوت سے -

س **ھُوَ اِسْمٌ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰی جَمِیْعًا عبارت کی وضاحت بیان فرمائیں؟**

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ قرآن نام ہے لفظ اور معنی دونوں کا صرف نظم کا بھی نہیں جیسے کہ اسکی تعریف میں انزال کتابت اور نقل جیسے الفاظ سے سمجھ آرہا ہے نیز یہ فقط معنی کا نام نہیں جیسے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول سے سمجھ آرہا ہے کہ جس میں انہوں نے نماز میں فارسی

وغیرہ دوسری زبان میں بھی قرآن کی تلاوت کو جائز قرار دیا کیوں کہ فارسی میں امام اعظم نے قراءت کے جائز ہونے کا جو فتویٰ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ نماز میں انسان اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے اور قرآن عربی میں ہے اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے تاکہ انسان کا ذہن مناجات سے ہٹ کر فصاحت و بلاغت کی طرف مائل نہ ہو اور انسان اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اس کی بارگاہ میں مناجات کرے۔

سوال: آپ نے لفظ کی جگہ نظم کا لفظ کیوں ذکر فرمایا؟

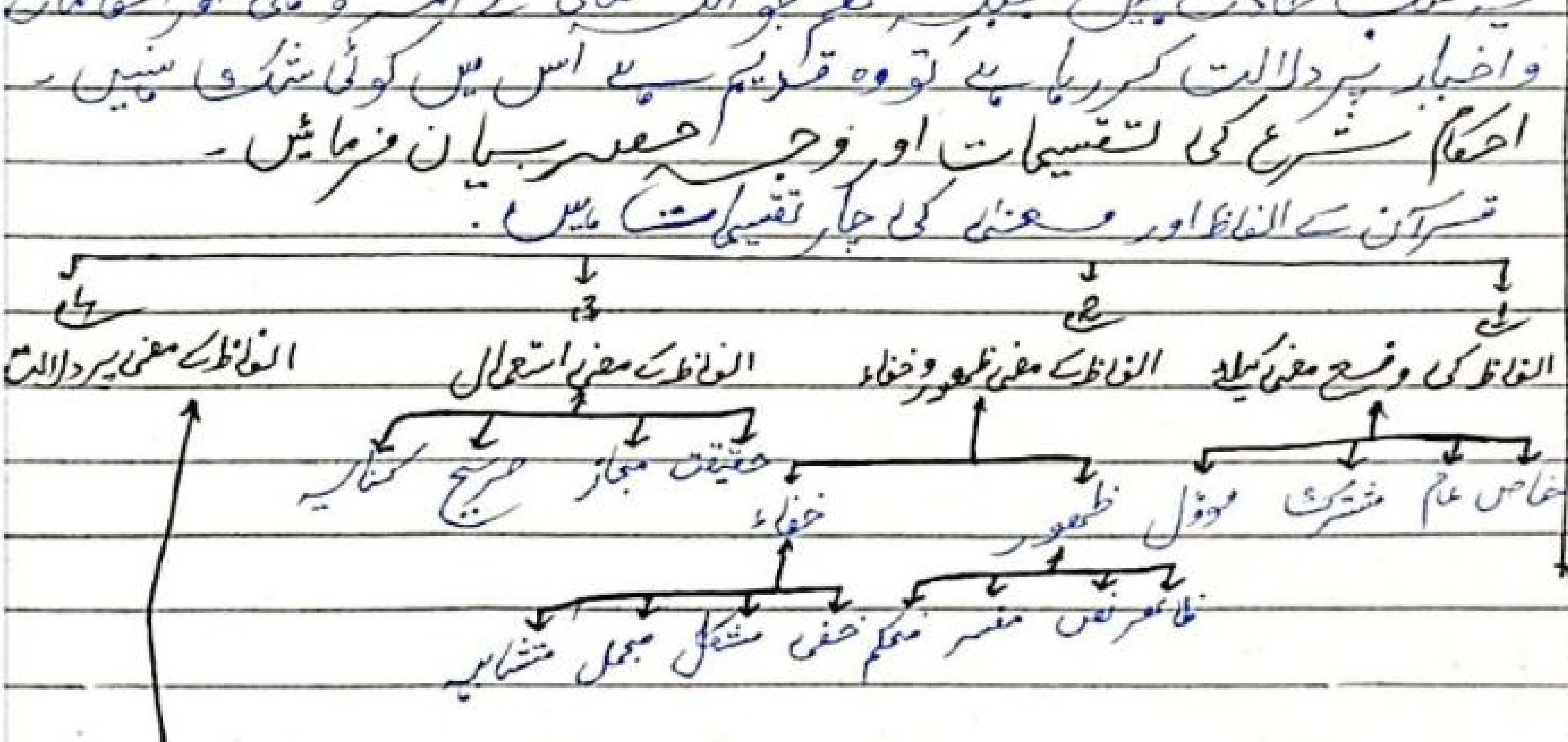
ج: ادب کا لحاظ کرتے ہوئے کیونکہ نظم کا لغوی معنیٰ ہے موتیوں کی لڑی میں جمع کرنا جبکہ لفظ کا لغوی معنیٰ ہے پھینکنا تو ادب کی وجہ سے اچھا لفظ ذکر فرمایا۔

مدنی پھول:

مصنف علیہ الرحمہ نے قول النظم سے اشارہ ہے کلام لفظی کی طرف اور المعنیٰ سے کلام نفسی کی طرف لیکن جان لو کہ وہ معنیٰ جو فقط نظم کا ترجمہ ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا قصہ وغیرہ یہ سب حادث ہیں جبکہ وہ نظم جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی اور احکامات و اخبار پر دلالت کر رہا ہے تو وہ قدیم ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

س: احکام شرع کی تقسیمات اور وجہ حصر بیان فرمائیں۔

ج: قرآن کے الفاظ اور معنیٰ کی چار تقسیمات ہیں۔



تقسیمات اربع کی وجہ حصر:

قرآن پاک کے الفاظ و معنیٰ کی بھی چار تقسیمات بیان کی گئیں ہیں اور ہر تقسیم کی چند اقسام ہیں۔ کتاب اللہ میں بحث الفاظ کے معنیٰ پر دلالت کے متعلق ہوگی یا الفاظ کے معنیٰ میں استعمال کے متعلق ہوگی یا الفاظ و معنیٰ کے ظہور و خفاء کے متعلق ہوگی یا الفاظ کے معنیٰ پر دلالت کے متعلق ہوگی۔ {بصورت اول تقسیم رابع، بصورت ثانی تقسیم ثالث، بصورت ثالث تقسیم ثانی، بصورت رابع تقسیم اول}

س قرآن پاک کے الفاظ اور معنی کی تقسیم اول کس بارے میں ہے نیز اسکی اقسام مع وجہ حصر بیان کریں؟

ج قرآن پاک کے نظم اور معنی کی تقسیم اول صیغہ اور لغت کے اعتبار سے ہے اور اسکو وضع سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسکی چار اقسام ہیں

۱۔ خاص ۲۔ عام ۳۔ مشترک ۴۔ مؤول

وجہ حصر:-

لفظ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا وہ ایک معنی پر دلالت کرے گا یا پھر زیادہ معنی پر بصورت اول دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ اس ایک معنی پر انفرادی طور پر دلالت کرے گا یا اشتراکی طور پر بصورت اول خاص بصورت ثانی عام اور اگر زیادہ معنی پر دلالت کرے گا تو دو حال سے خالی نہ ہوگا کہ کثیر معنی میں سے کسی معنی کو تاویل کے ذریعے ترجیح دیا جائے گا یا نہیں بصورت اول مؤول؛ بصورت ثانی مشترک۔

اعتراض:-

مؤول کو پہلی تقسیم کی اقسام میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ مؤول فعل تاویل کا مفعول ہے اور تاویل مجتہد کرتا ہے لہذا اسکو لفظ کی اقسام میں شمار کرنا درست نہیں۔

جواب:-

تاویل اگرچہ مجتہد کا کام ہے مگر مجتہد بھی چونکہ صیغہ اور نظم میں ہی تاویل کرتا ہے۔ اس لیئے اسکو صیغہ اور نظم کی اقسام میں شمار کیا۔

س قرآن پاک کے نظم اور معنی کی تقسیم ثانی کس بارے میں ہے اور اس کی اقسام مع وجہ حصر بیان کریں۔

ج قرآن پاک کے نظم اور معنی کی تقسیم ثانی نظم کے معنی ظاہر اور خفی ہونے کے بارے میں ہے یعنی لفظ کے معنی کتنے ظاہر ہیں اور کتنے پوشیدہ

ظہور معنی کے اعتبار سے چار اقسام ہیں

۱۔ ظاہر ۲۔ نص ۳۔ مفسر ۴۔ محکم

وجہ حصر:- اگر کسی لفظ کے معنی ظاہر ہوں تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا وہ تاویل کا احتمال رکھے گا یا نہیں اگر تاویل کا احتمال رکھے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس لفظ کے معنی صرف صیغہ سے ہی ظاہر ہوں گے یا نہیں بصورت اول ظاہر بصورت ثانی نص اور اگر لفظ کے معنی میں تاویل کا احتمال نہ ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا وہ نسخ (منسوخ) کو قبول کرے گا یا نہیں بصورت اول مفسر بصورت ثانی محکم۔

نوٹ:-
مذکورہ چاروں اقسام میں سے بعض بعض سے اولیٰ (مرتب) ہوتے ہیں یعنی ان میں سے ادنیٰ اعلیٰ میں پایا جاسکتا ہے ان میں تباین نہیں بخلاف (خاص، عام، مشترک وغیرہ) کہ یہ ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں یعنی ان میں سے ایک دوسرے میں نہیں پایا جاتا ظہور کی طرح خفاء کے اعتبار سے بھی چار مزید اقسام بنتی ہیں جو ظہور والے اقسام کے مقابل ہوتی ہیں ظہور و خفاء کے اعتبار سے 1 خفی 2 مشکل 3 مجمل 4 متشابہ

وجہ حصر:-
اگر کسی لفظ کے معنی میں خفاء (پوشیدگی) ہو تو اسکا خفاء کسی عارض کی وجہ سے ہوگا تو خفی اور اگر نفس صیغہ (ذات صیغہ) کی وجہ سے ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا غور و فکر سے اسکا ادراک ممکن ہوگا یا نہیں اگر ممکن ہو تو مشکل اور اگر ممکن نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا متکلم کی جانب سے بیان وضاحت کی امید ہوگی یا نہیں بصورت اول مجمل بصورت ثانی متشابہ

س قرآن پاک کے نظم و معنیٰ کی تیسری تقسیم کس بارے میں ہے؟ اور اس کی اقسام مع وجہ حصر بیان کریں؟

ج قرآن پاک کے نظم و معنیٰ کی تیسری تقسیم لفظ کے معنیٰ میں استعمال ہونے کے اعتبار سے ہے اسکی چار قسمیں ہیں 1 حقیقت 2 مجاز 3 صریح 4 کنایہ

وجہ حصر:-
لفظ دو حال سے خالی نہ ہوگا یا معنیٰ (موضوع لہ) میں استعمال ہوگا یا غیر موضوع لہ میں بصورت اول حقیقت بصورت ثانی مجاز پھر یہ دونوں دو حال سے خالی نہیں ہوں گے یا تو یہ اپنے ظاہری معنیٰ میں استعمال ہوں گے یا نہیں بصورت اول صریح بصورت ثانی کنایہ

نوٹ:- صریح اور کنایہ حقیقت اور مجاز میں جمع ہو سکتے ہیں۔

س قرآن پاک کے الفاظ اور معنیٰ کی تقسیم رابع کس بارے میں ہے اور اس کی اقسام مع وجہ حصر بیان کریں؟

ج قرآن پاک کے الفاظ اور معنیٰ کی تقسیم رابع لفظ کے معنیٰ پر دلالت کے اعتبار سے ہے اس طور پر کہ مجتہد نظم کے معنیٰ پر واقفیت حاصل کرتا ہے اور بیان کر دیتا ہے۔

وجہ حصر:-
مستدل (استدلال کرنے والا) کا استدلال نظم سے ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ لفظ اس معنیٰ کیلئے مسوق (چلایا گیا) ہوگا یا نہیں بصورت اول عبارت النص، بصورت ثانی اشارۃ النص اور اگر مستدل معنیٰ سے

استدلال کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا الفاظ کا وہ معنی لغت کے اعتبار سے ہوگا تو دلالت النص اور اگر لغت کے اعتبار سے نہ ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا وہ الفاظ کے معنی عقلاً اور شرعاً درست ہوں گے تو اقتضاء النص اور اگر درست نہ ہوں تو استدلال فاسد ہے۔

س: وبعد معرفۃ ہذہ الاقسام قسم خامس یشمل الکل اس عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: ماتن علیہ الرحمہ اس عبارت سے قرآن پاک کے الفاظ و معنی کی (20) بیس اقسام کے علاوہ ایک اور تقسیم کو بیان فرما رہے ہیں۔ جو مذکورہ (20) اقسام کو شامل ہے اور یہ قرآن پاک کے نظم و معنی کی پانچویں تقسیم ہوگی اور یہ پانچویں تقسیم چاروں چیزوں پر مشتمل ہے

1. قرآن پاک کے نظم اور معنی کی مذکورہ (20) قسموں کے مواضع کی معرفت
2. مذکورہ (20) اقسام کے معانی کی معرفت
3. مذکورہ (20) اقسام کے ترتیب کی معرفت
4. مذکورہ (20) اقسام کے احکام کی معرفت

1. **مواضع کی معرفت:۔**

مواضع سے مراد ان اقسام کا ماخذ اشتقاق ہے جیسے خاص یہ مشتق ہے خصوص سے اور اس میں اکیلا ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں اس طرح عام مشتق ہے عموم سے اور اس میں شمول کے معنی ہوتے ہیں۔

2. معانی کی معرفت:۔

اس سے مراد مذکورہ اقسام کی اصطلاحی تعریفات ہیں جیسے خاص کی تعریف ہے۔ (اَللَّفْظُ وُضِعَ لِمَعْنًی مَعْلُوْمٍ عَلَی الْاِنْفِرَادِ)

3. ترتیب کی معرفت:۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تعارض کے وقت کس قسم کو مقدم اور کس کو مؤخر مانا جائے گا۔ جیسے ظاہر اور نص میں تعارض ہو تو نص مقدم ہوگی۔

4. احکام کی معرفت:۔

یعنی مذکورہ (20) قسموں میں سے کون سی قسم کا حکم قطعی ہے اور کون سی کا ظنی ظنی۔

نوٹ:۔

قرآن پاک کی (20) اقسام کو جب ان چار قسموں سے ضرب دیں گے تو 80 اقسام حاصل ہوں گے

نیز :- مصنف علیہ الرحمہ نے اس پانچویں تقسیم کو اس لیے ذکر نہیں فرمایا کیوں کہ یہ قرآن کے نظم اور معنیٰ کی اقسام نہیں بلکہ قرآن پاک کے نظم اور معنیٰ اقسام کے ناموں کی تقسیم ہے اور ان کے ناموں کی تحقیق ہے اسی وجہ سے جمہور نے بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا جبکہ یہ علامہ فخر الاسلام کی اختراع (گھڑی ہوئی تحقیق) ہے۔

س خاص کی تعریف، اقسام اور حکم بیان فرمائیں مع فوائد و قیودات ؟

ج الخاص :- کل لفظ وضع لمعنیٰ معلوم علی الانفراد ۔ ترجمہ ہر وہ لفظ جو معنیٰ معلوم کیلئے وضع کیا گیا ہو انفرادی طور پر۔

فوائد و قیودات :-

کل لفظ :- کی قید جنس کے مرتبہ میں ہے جس میں تمام الفاظ شامل ہو گئے۔ اور بقیہ قیودات فصل کے مرتبہ میں ہیں جو اسے غیر سے ممتاز کرتی ہے

وضع لمعنیٰ :- کی قید سے مہملات نکل گئے اور

معلوم :- اس لفظ میں (2) دو احتمال ہیں۔

1 اگر معلوم کا معنیٰ معلوم المراد لیا جائے تو اس سے مشترک خارج ہوگا کیونکہ اس کا مراد معلوم نہیں ہوتا۔

2 اگر معلوم کا معنیٰ معلوم البیان لیا جائے تو اس سے مشترک خارج نہیں ہوگا پھر وہ علی الانفراد کی قید سے خارج ہوگا اور اس سے عام بھی خارج ہو جائے گا۔

خاص کی (3) تین قسمیں ہیں۔

1 خصوص الجنس 2 خصوص النوع 3 خصوص العین

1 خصوص الجنس :-
وہ خاص جس میں کسی جنس کو مخصوص کیا گیا ہو۔
جیسے الانسان

2 خصوص النوع :-
وہ خاص جس میں کسی نوع کو مخصوص کیا گیا ہو۔
جیسے - رجل

3 خصوص العین :-
وہ خاص جس میں کسی معین ذات کو مخصوص کیا گیا ہو۔
جیسے زید

نوٹ :-

اصول فقہ کے علماء کے نزدیک جنس سے مراد هُوَ کُلِّيٌّ مَقُولٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْاَغْرَاضِ۔ اور نوع سے مراد هُوَ كُلِّيٌّ مَقُولٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُتَّفِقِيْنَ بِالْاَغْرَاضِ۔ ہے

اصول فقہ والے علماء اغراض سے بحث کرتے ہیں جبکہ منطقی حقائق سے بحث کرتے ہیں اس وجہ سے حقائق کی جگہ اغراض کی قید لگائی۔

خاص کا حکم :-

ج اَنْ يَتَنَاوَلَ الْمَخْصُوْصَ قَطْعًا وَلَا يَحْتَمِلُ الْبَيَانَ لِكَوْنِهٖ بَيِّنًا

یعنی خاص اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اس حیثیت سے کہ اس میں غیر کا احتمال نہیں ہوتا جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ نیز واضح ہونے کی وجہ سے اسے کسی بھی بیان کی ضرورت نہیں ہوتی خواہ بیان تفسیر ہو یا تقریر وغیرہ۔

مدنی پھول :-

احناف کے نزدیک خاص کا حکم بیان کا محتاج نہیں ہوتا لہذا اس میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں جبکہ شوافع کے نزدیک خاص بیان کا احتمال رکھتا ہے

س فَلَا يَجُوْزُ اِلْحَاقُ التَّعْدِيْلِ بِاَمْرِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔

عبارت کی وضاحت فرمائیں۔

ج اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ خاص کے حکم پر احناف اور شوافع کے اختلاف پر پہلی مثال بیان فرما رہے ہیں

شوافع کے نزدیک ، رکوع اور سجود کے ساتھ تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے رکوع سجدہ کرنا بھی فرض ہے

شوافع کی دلیل :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعرابی سے (قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ) لہذا معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان کے بغیر والی نماز ادا نہیں ہوتی جبکہ احناف کے نزدیک رکوع سجود فرض ہے تعدیل ارکان فرض نہیں۔

احناف کی دلیل :-

اللہ کا فرمان : وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا۔

لہذا رکوع اور سجدہ خاص ہیں ان میں تعدیل ارکان کی زیادتی کرنا خاص کے حکم میں زیادتی کرنا ہوگا جو جائز نہیں۔

تطبیق :-

قرآن اور حدیث کے دونوں مسائل کی رعایت کرتے ہوئے تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جو کتاب اللہ سے ثابت ہے جیسے رکوع، سجود وغیرہ وہ فرض ہوگا اور حدیث پاک سے ثابت ہے جیسے تعدیل ارکان تو یہ واجب ہے۔

خاص کے حکم پر دوسری تفریع :-

(وَبَطَلَ شَرْطُ الْوَلَاءِ وَالتَّرْتِيْبِ وَالتَّسْمِيَةِ وَالنِّيَّةِ فِيْ آيَةِ الْوُضُوْءِ)

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ خاص کا بیان کا احتمال نہیں رکھتا لہٰذا اس میں کمی بیشی جائز نہیں جیسے کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وضو میں (پے در پے) یہ شرط ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب اور نیت شرط ہے اور اصحاب ظواہر کے نزدیک تسمیہ وضو میں فرض ہے

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ~~تسمیہ~~ وضو میں ~~فرض ہے~~ دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواظبت کی وجہ سے (پے در پے) وضو کرنا شرط ہے

اصحاب ظواہر کی دلیل :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ امْرِءٍ حَتّٰى يَضَعَ الطُّهُوْرَ مَوَاضِعَهٗ فَيَغْسِلُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَدَيْهِ۔ اور حضور علیہ السلام کا فرمان اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اور وضو بھی ایک عمل ہے بغیر نیت کے درست نہیں ہوگا

تطبیق :-

احناف فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ نے وضو میں "غسل" (دھونا) اور مسح کا حکم دیا ہے اور یہ خاص لفظ ہے جس کے معنی ہیں پانی بہانا، پانی پہنچانا لہٰذا اس خاص حکم پر کمی بیشی کرنا جائز نہیں کیونکہ خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ میں کمی بیشی نہیں کر سکتے لہٰذا غسل "یعنی دھونا اور مسح قرآن کے حکم سے فرض ہوں گے جبکہ (ولاء، ترتیب، تسمیہ اور نیت یہ) سنت قرار کر دیئے جائیں گے کیونکہ وضو کے اندر کوئی واجب نہیں اس پر اجماع ہے اور واجب یہ عبادت مقصودہ کے ساتھ خاص ہے جیسے نماز وغیرہ۔

خاص کے حکم پر تیسری تفریع:

وَالطَّهَارَةُ فِي آيَةِ الطَّوَافِ:

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ خاص کے حکم پر تیسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ جب خاص کا حکم بیان کا احتمال نہیں رکھتا تو اس پر کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔

شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک: جس طرح بیت اللہ کا طواف فرض ہے اسی طرح طواف میں وضو کرنا بھی فرض ہے

دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلٰوةٌ)

(جبکہ احناف کے نزدیک) طواف خاص ہے جس کے معنی ہیں بیت اللہ کے گرد چکر لگانا

احناف کی دلیل: فرمان باری تعالیٰ:

(وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ)

تطبیق: طواف جو قرآن سے ثابت ہے وہ فرض ہوگا اور طہارت یعنی وضو کرنا جو حدیث سے ثابت ہے وہ فرض ہوگا اور طہارت یعنی وضو کرنا جو حدیث سے ثابت ہے وہ واجب ہوگا۔

خاص کے حکم پر چوتھی تفریع:

وَالتَّاوِيْلُ بِالطَّهَارَةِ فِي آيَةِ التَّرَبُّصِ:

یعنی خاص کا حکم جب بیہ وضاحت کا احتمال نہیں رکھتا تو اللہ عزوجل کا فرمان

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔

میں لفظ قروء مشترک لفظ ہے جس کے معنی طہر اور حیض کے آتے ہیں۔

شوافع: نے قروء سے مراد طہر لیا ہے۔

کیونکہ قروء سے مراد عدت کا وقت ہے اور عدت کا وقت کیلئے اللہ کا فرمان ہے (فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ)

یعنی عورتوں کو طلاق ان کی عدت کیلئے دو اور طلاق کا حکم شریعت میں طہر کی حالت میں ہے لہذا معلوم ہوا کہ قروء سے مراد بھی طہر ہو گیا

احناف کے نزدیک: لفظ قروء سے مراد حیض ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں لفظ ثلٰثۃ خاص ہے جس کے معنی معین (دو سے زیادہ چار سے کم) کے ہیں اور خاص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لہذا لفظ ثلٰثۃ جو کہ خاص ہے اس پر عمل حیض مراد لینے کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے نہ کہ طہر کیونکہ طہر مراد لینے کی صورت میں جس طہر میں طلاق دی گئی اسکو عدت کا حصہ شمار کیا جائے گا یا نہیں اگر شمار کیا جائے تو مزید دو طہر ملانے کی صورت میں ڈھائی طہر ہوں گے اور تین طہر ملانے کی صورت میں ساڑھے

تین طہر مدت ہوگی اور دونوں صورتوں میں ثلاثۃ کے خاص پر عمل نہیں ہوگا۔
نیز:
اللہ عزوجل کا فرمان (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) میں لام اجل یعنی وقت طلاق بیان کرنے کیلئے ہے نہ کہ عدت کا وقت بیان کرنے کیلئے ہے جیسا کہ شوافع نے سمجھا۔

نوٹ:
یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ احناف کے مذہب پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے جواب بیان فرما رہے ہیں احناف کے مذہب پر پہلا

اعتراض: (مُسْتَحِلَّةٌ الزَّوْجِ الثَّانِي بِحَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ لَا بِقَوْلِهِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ)
امام شافعی کا احناف پر اعتراض وارد ہوتا ہے اگر شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور دوسرے مرد سے شادی کرلی دوسرے مرد کے وفات یا طلاق کے بعد اگر وہ عورت دوبارہ پہلے شوہر سے پہلے مرد سے شادی کرے تو ایسی صورت میں پہلے شوہر کو حلِّ جدید یعنی نئے سرے سے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا۔ بالاتفاق۔
نیز:
اگر ماقبل مذکورہ صورت میں زوج اول نے بیوی کو ایک طلاق دی اور ایک طلاق کے بعد بیوی نے دوسرے شوہر سے شادی کی تو دوسرے شوہر کے طلاق یا وفات کے بعد عورت اگر پہلے شوہر سے شادی کرتی ہے تو ایسی صورت میں مرد کو کتنی طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔
اس میں اختلاف ہے۔
امام اعظم اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک:-
پہلے شوہر کو حل جدید یعنی نئے سرے سے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا
امام شافعی اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک: مذکورہ صورت میں زوج اول کو ماسبق یعنی باقی دو طلاقوں کا اختیار حاصل ہوگا۔
شوافع کی دلیل:- اللہ جل جلالہ کا فرمان:-
(فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ)
اگر مرد نے بیوی کو طلاق دی تو یہ حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔
اعتراض:-
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ (حتی) خاص ہے جس کے معنی غایہ اور انتہا تک ہے لہذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ ایک طلاق دینے کی وجہ سے بیوی جو پہلے شوہر پر حرام ہوئی تھی اسکی حرمت کی انتہا یہ ہے کہ
(حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ)

یعنی دوسرے مرد سے نکاح کرے لہذا احناف کا یہ حکم لگانا دینا کہ دوسرے مرد سے شادی کے بعد پہلا شوہر کو حلالہ جدید یعنی نئے سرے سے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوتا ہے کتاب اللہ کے خاص پر زیادتی ہے۔ یعنی حتیٰ صرف حرمت کی انتہاء بیان کرنے کیلئے آیا ہے تاکہ شوہر اول کیلئے حل جدید بیان کرنے کیلئے۔

شوافع کا رد:۔ آپ کی بات بالکل درست ہے کہ حتیٰ لفظ خاص ہے جس کے معنیٰ انتہاء حرمت کے ہیں مگر احناف نے جو شوہر اول کو حل جدید یعنی نئے سرے سے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہونے کا جو حکم دیا ہے وہ اس آیت سے ثابت نہیں کیا گیا بلکہ یہ حکم حدیث عسیلہ سے حاصل کیا گیا ہے اور یہ حدیث عسیلہ خبر مشہور ہے جس کے ذریعے کتاب اللہ کے خاص پر زیادتی کرنا جائز ہے۔

نوٹ:۔ تعودی عود سے ہے یعنی پہلے والی حالت کی طرف لوٹنا الغرض اور پہلے والی حالت میں شوہر اول کو تین طلاقوں کا ہی اختیار حاصل تھا۔

احناف کے مذہب پر دوسرا اعتراض:۔

وَبُطْلَانُ الْعِصْمَةِ عَنِ الْمَالِ الْمَسْرُوْقِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی جَزَاءً بِقَوْلِهٖ فَاقْطَعُوْا

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ احناف کا مذہب (خاص کے حکم پر زیادتی کر جائز نہیں) آپ کا حکم اس شرعی مسئلہ سے ٹوٹ رہا ہے۔

شرعی مسئلہ:۔

چور نے جب چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مسروقہ (چوری کیا گیا) سامان اگر چور کے پاس موجود ہو تو وہ سامان مالک کو لوٹا دیا جائے گا بالاتفاق اور اگر وہ سامان ہلاک (خود بخود ضائع ہو جائے) یا استہلاک (چور ہلاک کر دے) دونوں صورتوں میں چور سے اس سامان کا تاوان لیا جائے گا امام شافعی کے نزدیک۔

احناف کے نزدیک:۔

استہلاک کی صورت میں چور سے تاوان لیا جائے گا جبکہ ہلاک ہونے کی صورت میں تاوان نہیں لیا جائے گا احناف فرماتے ہیں کہ ہلاک ہونے کی صورت میں ہم اس لئے تاوان نہیں لیتے کیونکہ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ سامان مالک کی ملکیت سے نکلتا ہے اور اللہ عزوجل کی عصمت (حفاظت) میں چلا جاتا ہے چور اس کا مالک نہیں ہو سکتا لہذا اگر وہ چیز خود بخود ہلاک ہو جائے تو چونکہ وہ چیز اللہ عزوجل کی عصمت میں ہلاک ہوئی تھی اور اللہ عزوجل تاوان لینے سے پاک ہے۔

اس لیے چوری ہلاک ہونے کی صورت میں تاوان لازم نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے۔ (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا) اللہ تعالیٰ نے اس مبارک فرمان میں (فاقطعوا) خاص ہے جس کے معنی ہیں (اپنے ہاتھوں سے ہاتھ کاٹنا) لہذا آپ نے اللہ عزوجل کے حکم (فاقطعوا) میں یہ اضافہ کیا کہ مال مسروق مالک کی ملکیت سے نکل کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عصمت میں چلا جاتا ہے

احناف کا جواب:-

مالِ مسروق کا مالک کی ملکیت سے نکل کر اللہ عزوجل کی ملکیت میں داخل ہو جانا ہم نے یہ حکم اللہ تعالیٰ کے فرمان (فاقطعوا) سے ثابت نہیں کیا بلکہ اس سے آگے لفظ (جزاء بما کسبا) سے ثابت کیا ہے۔ لہذا آپ کا اعتراض درست نہیں ہے

جیسے کہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ جزاء مطلق عقوبات (سزا) کے مقابلے میں آئے تو اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق سے واجب ہو

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

مذکورہ تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر عورت کو دو طلاقیں دی جائیں پھر اسکے بعد اسے بھلائی سے روکا جائے یا احسان کرتے چھوڑ دیا جائے اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلع کو بیان فرمایا کہ میاں بیوی اللہ کے حقوق قائم نہ کر پائیں تو بیوی شوہر سے خلع (طلاق فدیہ دے کر) لے

اور تیسری آیت میں بیان فرمایا کہ دو طلاقوں کے بعد شوہر نے پھر طلاق دی تو بیوی شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

امام شافعی کا مذہب:-

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پہلے فرمان میں جن دو طلاقوں کا ذکر ہے ان کے بعد دوسری آیت میں خلع کا بیان کیا گیا ہے اور خلع لینے کی صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ خلع بھی علیحدہ سے طلاق ہوتی ہے لہذا دو طلاق پہلے سے چل چکی ہیں تو خلع سے فسخ نکاح ہوگا۔

احناف کے نزدیک :- احناف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان میں دو طلاقوں کے بعد خلع لینے سے نکاح فسخ نہ ہوگا بلکہ نکاح کے فسخ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے تیسرے فرمان کے مطابق الگ سے طلاق دینا پڑے گا لہٰذا خلع کے بعد تیسری طلاق دینے سے ہی نکاح فسخ ہوگا۔

امام شافعی کی دلیل :-

آپ احناف کا یہ کہنا کہ خلع کے بعد فسخ نکاح کیلئے ایک اور طلاق دینا لازمی ہے یہ بات درست نہیں کیونکہ اس بات کو ماننے کی صورت میں چار طلاقیں ہونا لازم آرہی ہیں دو (2) اللہ عزوجل کے پہلے فرمان میں تیسری خلع کی صورت میں اور چوتھی طلاق آیت نمبر (3) کے مطابق۔ حالانکہ شریعت نے مرد کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے۔

احناف کا جواب :-

اللہ تعالیٰ کے دوسرے فرمان فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ ۔ الخ ۔ میں لفظ "فَ" خاص ہے جس کے معنی تعقیب کے ہیں لہٰذا یہ معنی ہوں گے کہ دو طلاقوں کے بعد پیچھے ایک اور طلاق بھی ہے جس سے نکاح فسخ ہوگا۔ نیز شوافع کے قول کے مطابق طلاقوں کا چار ہونا یہ درست نہیں کیونکہ دوسری آیت کریمہ میں بیان کردہ خلع مستقل جدا طلاق نہیں بلکہ آیت میں مذکورہ دو طلاقوں کے ضمن میں ہے لہٰذا خلع کے ساتھ مل کر دو طلاقیں ہوں گی اور فسخ نکاح کیلئے تیسری آیت کے مطابق جدا طلاق ہوگی۔

خاص کے حکم پر چھٹی تفریع :-

خاص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ بیان کا احتمال نہیں رکھتا۔ وَوُجُوْبُ مَهْرِ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي الْمُفَوَّضَةِ "

اگر کسی عورت کی شادی اس کے ولی نے بغیر مہر کے کروائی یا اس شرط پر نکاح کروائی کہ اس لڑکی کو مہر نہیں ملے گا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک :-

اس لڑکی کا مہر وطی ہونے سے پہلے واجب ہوگا اگر وطی سے پہلے اس کا شوہر مر جائے تو عورت کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ نکاح عقد مالی ہے۔ جب وطی کی صورت میں عورت ملک بضع سپرد کرے گی تو اس کا مہر واجب ہوگا۔

احناف کے نزدیک:۔ نفس عقد یعنی (نکاح ہوتے ہی) اس لڑکی کا حق مہر واجب ہوگا لیکن اسکو ادا کرنا وطی کے بعد واجب و لازم ہوگا۔

دلیل:۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

یعنی تمہارے لیئے حلال کی گئی ہیں حرام عورتوں کے بعد دوسری عورتیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے طلب کرو یعنی نکاح کرو مہر دے کر تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں "با" خاص ہے جس کے معنی الصاق یعنی ملانے کے آتے ہیں تو معنی ہوا کہ نکاح مال کے ساتھ کرو تو ثابت ہوا کہ جب نکاح ہو تو مہر اسی وقت لازم ہوگا

بعض علماء نے اَنْ تَبْتَغُوْا کو خاص قرار دیا ہے۔ اور اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ مال کے ساتھ طلب یعنی نکاح کرو۔

خاص کے حکم پر ساتویں تفریع:۔

وَكَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا شَرْعًا غَيْرَ مُضَافٍ اِلَى الْعَبْدِ

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ خاص کے حکم پر ساتویں مثال بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح میں مہر کونسی چیز دی جا سکتی ہے

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک:۔

مہر کا مقرر کرنا بندوں کی رائے پر موقوف ہے یعنی وہ جو چیز چاہیں مہر مقرر کر سکتے ہیں

دلیل:۔

کیونکہ نکاح ایک عقد مالی ہے لہذا ہر وہ چیز جو بیع کا ثمن بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ نکاح میں مہر بننے کی بھی صلاحیت رکھے گا۔

احناف کے نزدیک:۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار بندوں کی رائے پر ہے جبکہ اسکی کم از کم مقدار شریعت میں بیان کی گئی ہے اور کم از کم مقدار مہر کیلئے شریعت نے دس (10) درہم مقرر کیا ہے۔

دلیل:۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ (فَرَضْنَا) جس کے معنی مقدر یعنی مقرر کرنے کے ہیں اور یہ خاص ہے اس طرح اس صیغے میں (نا) ضمیر متکلم بھی خاص ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق ہم نے ان کی بیویوں کے بارے میں ان پر جو چیز فرض مقرر کی ہے

اسے ہم جانتے ہیں۔
پھر نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت اس حدیث کے ذریعے فرمائی۔ (لَا مَهْرَ أَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ)
یعنی دس (10) درھم سے کم کوئی بھی چیز مہر نہیں بن سکتی۔

مدنی پھول:-
مصنف علیہ الرحمہ خاص کی تعریف، حکم اور تعریفات کے بعد اب خاص کی بعض انواع کا ذکر فرما رہے ہیں جو شریعت میں استعمال کی جاتی ہیں ان انواع میں سے ایک قسم امر اور دوسری قسم نہی ہے

س: امر کی تعریف مع فوائد و قیودات بیان کریں؟
الامر:- الأَمْرُ هُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهِ عَلَى سَبِيلِ الِاسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ۔ یعنی متکلم کا دوسرے کو کسی کام کے کرنے کا حکم دینا خود کو بڑا سمجھتے ہوئے۔
نوٹ:-
امر کے خاص ہونے سے مراد لفظ امر کا خاص ہونا نہیں بلکہ اس کے مسمّی یعنی مفہوم کا خاص ہونا مراد ہے۔
فوائد و قیودات:-
اَلْقَوْلُ:-
یہ لفظ مصدر ہے اور مَقُوْلٌ کے معنی میں ہے اور تعریف میں جنس کے مرتبے میں ہے جس میں تمام الفاظ شامل ہیں۔
عَلَى سَبِيلِ الِاسْتِعْلَاءِ:-
یہ قید فصل کے مرتبے میں ہے اس سے التماس اور دعا نکل گئے
اِفْعَلْ:-
اس قید کے ذریعے نہی خارج ہو گئی کیونکہ اس میں نا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔
نوٹ:-
تعریف میں موجود لفظ اِفْعَلْ سے مراد فقط اِفْعَلْ کا صیغہ نہیں بلکہ اِفْعَالٌ وغیرہ کے وزن پر فعل مضارع سے مشتق ہونے والے تمام امر کے صیغے ہیں۔

س: وَيَخْتَصُّ مُرَادُهُ بِصِيغَةٍ لَازِمَةٍ عبارت کی وضاحت بیان فرمائیں؟

ج: اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ امر کے خاص ہونے کو بیان فرما رہے ہیں۔ یعنی امر کا معنی خاص ہوتا ہے وجوب کیلئے۔ اور وجوب ایسے صیغے سے ثابت ہوگا۔ جس میں امر کے معنی پائے جائیں یعنی امر کے لفظ و معنی دونوں میں تخصیص کے معنی پائے جاتے ہیں اس طور پر کہ امر کا لفظ وجوب کا معنی دے گا اور وجوب کے معنی امر کے لفظ سے ثابت ہوں گے۔ مصنف علیہ الرحمہ کی اس عبارۃ سے امر اور وجوب کے درمیان جو اشتراک اور ترادف کے معنی پائے جا رہے تھے اسکی بھی نفی ہو گی اس طور پر کہ مذکورہ عبارت (يَخْتَصُّ مُرَادُهُ بِصِيغَةٍ لَازِمَةٍ) میں لفظ "ب" مختص پر داخل ہے تو اسکا معنی ہوا کہ امر کا صیغہ وہ خاص کیا گیا ہے وجوب کے معنی کیلئے لہذا امر کے صیغے میں اباحۃ اور ندب کے جو مشترک معنی تھے ان کی نفی ہو گئی اور مصنف نے قول لازمہ کے معنی یہ ہوئے کہ وجوب کے معنی امر کے لفظ کے ساتھ خاص ہے اس سے کبھی جدا نہ ہوگا۔ یعنی فعل وغیرہ سے لزوم و وجوب کے معنی حاصل نہیں ہوں گے یہ ترادف کی نفی ہو گی۔

امر کے صیغے میں دو وجہ احتمال

- امر لفظ کے ترادف
  - قول
  - فعل
- امر کے معنی میں اشتراک
  - وجوب
  - ندب
  - اباحۃ

نوٹ:-

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ وجوب کے معنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے حاصل ہوں گے جبکہ حضور علیہ السلام کے فعل سے وجوب کے معنی حاصل نہیں ہوں گے مگر مواظبت کی صورت میں بخلاف امام شافعی علیہ الرحمہ کے اور بعض اصحاب کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا فعل بھی وجوب کے معنی دے گا دلیل: کیوں کہ امر کی دو قسمیں ہیں 1 قولی 2 فعلی لہذا جب قولی امر سے وجوب کے معنی حاصل ہوں گے تو فعلی امر سے بھی وجوب کے معنی حاصل ہوں گے۔

س | للمنع علی الوصال و خلع النعال عبارۃ کی وضاحت کریں؟

ج | اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ احناف کے مذہب پر حدیث کے ذریعے دلیل دے رہے ہیں

دلیل نمبر1: حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ صوم وصال رکھا تو صحابہ نے بھی صوم وصال رکھا کچھ دنوں میں حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو کمزور پایا تو ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی کہ ہم بھی آپ کی طرح صوم وصال رکھ رہے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا

ایکم مثلی یطعمنی ربی و یسقینی یعنی تم میں کون میری مثل ہے مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے اگر فعل سے وجوب ثابت ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کو صوم وصال سے منع نہ فرماتے

دلیل نمبر2: حضور علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے اپنے نعلین مبارک کو اتارا تو صحابہ نے بھی اپنے نعلین کو اتارا۔ پس جب حضور علیہ السلام نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو ان سے فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے نعلین اتارے اسلئے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میرے ایک جوتے میں گندگی لگی ہے اسلئے میں نے جوتے اتارے پس تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اگر اس کے جوتے میں گندگی ہو تو اسے صاف کرے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھے۔

معلوم ہوا کہ فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ورنہ حضور علیہ السلام منع نہ فرماتے۔ صوم وصال (پے در پے روزے رکھنے سے)

امام شافعی کی دلیل:

حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خندق کھودنے والے دن چار نمازیں قضاء ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے قضاء پڑھیں اور فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی تم نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو تو یہاں پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے افعال کی پیروی کو امت پر لازم فرمایا لہذا معلوم ہوا کہ فعل سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے

احناف کا جواب:

حضور علیہ السلام کا فرمان (صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ) میں وجوب کے معنی حضور علیہ السلام کے فرمان میں موجود لفظ (صَلُّوْا) سے

حاصل ہو رہے ہیں۔ اگر فعل سے وجوب کے معنی حاصل ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ الفاظ ارشاد نہ فرماتے۔

امام شافعی کی دلیل ہے:۔

امر کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک قولی ہے فعلی۔

جیسے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ اس مثال میں لفظ امر سے مراد فعل ہے نا کہ قول کیونکہ قول کی صفت (رَشِيْدٌ) نہیں بلکہ سدید آتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن میں بھی فعل کیلئے امر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لہذا فعل سے بھی وجوب ثابت ہو گا۔

احناف کا جواب:۔

اللہ عزوجل کا فرمان وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ میں لفظ (امر) سے فعل مجازی طور پر مراد لیا گیا ہے اور علاقہ یہاں سببیت کا ہے اس لئے کہ امر ہی فعل کا سبب ہوتا ہے نا کہ حقیقت میں امر فعل کیلئے آتا ہے۔

نوٹ:۔

مذکورہ اعتراض و جواب سے امر سے ترادف کی نفی ہو گئی یعنی وجوب صرف قول سے ہو گا فعل سے نہیں۔

س امر کے معنی میں اشتراک کی نفی کو بیان فرمائیں۔ بالدلائل؟

ج وَمُوْجِبُهُ الْوُجُوْبُ لَا النَّدْبُ وَالْاِبَاحَةُ وَالتَّوَقُّفُ:۔

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امر کے معنی سے اشتراک کی نفی فرما رہے ہیں وہ اس طرح کہ معتزلہ کے نزدیک امر سے ندب کے معنی حاصل ہوتے ہیں

دلیل:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر غلام میں بھلائی دیکھو تو اسے مکاتب بنا دو اور غلام کو مکاتب بنانا ندب یعنی مستحب ہے۔

امام مالک کے بعض اصحاب کے نزدیک امر اباحت کے معنی دیتا ہے۔

دلیل:۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا) یعنی جب احرام کھول دو تو تم شکار کرو اور شکار کرنا مباح ہو گا احمد بن شریح شافعی کے نزدیک توقف (خاموش رہنا) کے معنی دے گا۔

دلیل:۔ امر کا سولہ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وجوب۔ ندب۔ اباحۃ۔ تھدید۔ تعجیز۔ تسخیر۔ ارشاد۔ امتنان۔ اکرام۔ اہانۃ۔ تسویۃ۔ دعا۔ تمنی۔ احتقار۔ تکوین۔ تادیب۔

لہذا جب تک کسی ایک معنی کے معین ہونے پر قرینہ نہ ہو اس وقت تک توقف کرنا واجب ہو گا۔

احناف کے نزدیک:۔
امر کے حقیقی معنی وجوب کے ہیں اور اس کے علاوہ باقی تمام معنی میں مجازی طور پر استعمال ہوتا ہے لہٰذا جب امر کو مطلق ذکر کیا جائے تو اس کے حقیقی معنی یعنی وجوب مراد ہوں گے۔ جب تک کہ مجازی معنی مراد لینے پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

سوال: سوال: کان بعد الحظر او قبلہ عبارۃ کی وضاحت بیان فرمائیے؟
ج: اس عبارۃ سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے ایک قاعدے کا رد فرما رہے ہیں۔

قاعدہ:۔
امر کا صیغہ اگر حظر یعنی ممنوع کام کے بعد آئے تو اباحت کے معنی دے گا اور اگر حظر یعنی ممنوع کام سے پہلے آئے تو وجوب کا معنی دے گا۔ عقل اور عادت کے مطابق جیسے۔ اللہ عزوجل کا فرمانا۔ (وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا) یعنی پہلے احرام کی وجہ سے شکار ممنوع تھا پھر احرام کے بعد اسے مباح کر دیا گیا۔

شوافع کا رد:۔
احناف نے شوافع کا رد اس طرح کیا کہ آپ کا قاعدہ درست نہیں کیونکہ ممنوع کام کے بعد بھی امر کے لفظ سے وجوب کے معنی ثابت ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان {فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ}
نیز بیان کردہ مثال میں اباحت کا معنی لفظ (فَاصْطَادُوْا) سے حاصل نہیں ہو رہا بلکہ اباحت کا معنی اللہ تعالیٰ کے دوسرے فرمان (وَاُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ) سے حاصل ہو رہے ہیں نہ کہ لفظ امر سے۔

سوال: امر سے وجوب کے معنی حاصل ہوتے ہیں۔ اسکے دلائل بیان فرمائیے؟
ج: دلیل:۔ لانتفاء التخيرة عن المأمور بالامر بالنص:۔
اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امر کے وجوب والے معنی پر پہلی دلیل بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ یعنی کسی مومن اور مومنہ کو یہ اختیار نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمائے۔ اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے بعد مومنوں کو اس کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہی نہیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ اس معاملے میں اللہ اور اسکے رسول کے حکم پر عمل کریں اور ان کے اپنے اختیار کا چھن جانا ہی واجب ہونے کی دلیل ہے

دلیل ۲: واستحقاق الوعید لتارکہ:-

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امر کے وجوب والے معنی پر دوسری دلیل دے رہے ہیں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا لیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ کے امر کی اور انہیں پہنچ جائے آزمائش یا دردناک عذاب۔ آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ کے رسول کے امر پر عمل کرنا واجب ہے امر پر عمل نہ کرنے والوں پر دنیا میں آزمائش اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید بتائی گئی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر پر عمل کرنا واجب ہے اور امر پر عمل نہ کرنے والے کیلئے وعید ثابت ہونا اسکے واجب ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل: والدلالۃ الاجماع والمعقول:-

اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ اجماع اور قیاس بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امر سے وجوب کے معنی حاصل ہوں گے اجماع اس طور پر کہ جب بھی کوئی شخص دوسرے سے کوئی چیز طلب کرتا ہے تو امر کے صیغہ سے ہی کرتا ہے اور طلب کا کمال یہ ہے کہ اس میں وجوب کے معنی پائے جائیں۔

نیز:-

قیاس بھی اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ امر سے وجوب کے معنی حاصل ہوں کیونکہ افعال متصرفہ جتنے بھی ہیں ماضی، مستقبل اور حال ان سب کے ایک مخصوص معنی ہیں تو قیاس یہ تقاضا کرتا ہے کہ امر کے بھی مخصوص معنی ہوں اور امر کے مخصوص معنی وجوب کے ہیں۔

س امر کے صیغہ سے جب اسکے اصلی معنی یعنی وجوب مراد نہ لیا جائے اور اسکے علاوہ دیگر معنوں میں سے ایک معنی مراد لیا جائے تو اسکا کیا حکم ہے بیان فرمائیں؟

ج امر کے صیغہ سے اصلی معنی وجوب کے علاوہ کوئی دوسرا معنی مراد لیا جائے جیسے ندب، اباحت وغیرہ تو اسکے بارے میں دو مذہب ہیں

پہلا مذہب:-

بعض علماء کہتے ہیں کہ امر وجوب کے علاوہ ندب میں استعمال ہو تو بھی یہ اسکا حقیقی معنی ہوگا کیونکہ ندب اور اباحت میں بھی وجوب کی طرح وہ کام کیا جاتا ہے لہذا وجوب اور ندب بھی امر کا بعض حصہ ہو گئے ادا کرنے کے اعتبار سے لہذا یہ اسکے حقیقی معنی ہوں گے اور فرق کرنے کیلئے اسے حقیقت قاصرہ کہیں گے

دوسرا مذہب :۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ امر کا لفظ وجوب کے علاوہ ندب، اباحت وغیرہ میں استعمال ہو تو یہ اس کے حقیقی نہیں بلکہ مجازی معنی ہوں گے کیونکہ امر کے حقیقی معنی وجوب کے ہیں اور اس کے علاوہ معنی میں استعمال ہو تو یہ اسکے مجازی معنی ہوں گے

نوٹ :۔

پہلے مذہب والوں نے امر کے معنی وجوب، ندب اباحت میں جواز فعل کی طرف نظر کرتے ہوئے حقیقت کاملہ اور قاصرہ کی تقسیم بیان فرمائی۔

اور دوسرے مذہب والوں نے جنس و فصل کی قید کا اعتبار کرتے ہوئے وجوب کو معنیٔ حقیقی اور ندب و اباحت کو معنی مجاز قرار دیا

سوال: وَلَا تَقْتَضِی التَّکْرَارَ وَلَا یَحْتَمِلُہٗ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی علیہ الرحمہ اور ان کے بعض اصحاب کا رد فرمارہے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک امر کا صیغہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے

دلیل :۔ جیسے لفظ (اِضْرِبْ) جس کے معنی ہیں (اُطْلُبْ مِنْکَ ضَرْبًا) اور یہ نکرہ کا صیغہ ہے اور اس میں عموم کا احتمال موجود ہے کہ کتنا مارا جائے۔ ابو اسحاق اسفرائنی شافعی کے نزدیک امر کا صیغہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے یعنی امر کا موجب (حکم) ہی تکرار ہے۔

دلیل :۔ جیسے حج کا حکم نازل ہوا تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ اس سال ہے یا ہر سال معلوم ہوا کہ صحابیٔ رسول اہل لغت بھی تھے۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے حج کے ہر سال ہونے کا سوال کیا تو معلوم ہوا کہ امر کا صیغہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے۔

نوٹ :۔

موجب اور محتمل میں فرق یہ ہے کہ موجب بغیر نیت کے بھی ثابت ہے اور محتمل نیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔

سوال: سَوَاءٌ كَانَ مُعَلَّقًا بِشَرْطٍ اَوْ مَخْصُوصًا بِوَصْفٍ اَوْ لَمْ يَكُنْ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی کے بعض اصحاب کے قاعدے کا رد کر رہے ہیں۔

قاعدہ:-

امام کے بعض اصحاب یہ بیان کرتے ہیں کہ امر کا صیغہ جب کسی شرط کے ساتھ معلق ہو جیسے کقولہ تعالیٰ فَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یا کسی صفت کے ساتھ خاص ہو جیسے کقولہ تعالیٰ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا تو وصف اور شرط کے تکرار کی وجہ سے غسل کا تکرار بھی لازم ہوگا اسی طرح چوری کے تکرار سے قطع کا تکرار بھی لازم ہوگا جبکہ احناف کے نزدیک امر کا صیغہ معلق بالشرط ہو یا مخصوص بالوصف دونوں صورتوں میں تکرار پر دلالت نہیں کرتی۔

سوال: لٰكِنَّهٗ يَقَعُ عَلَى اَقَلِّ جِنْسِهٖ وَيَحْتَمِلُ كُلَّهٗ:- عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایک شرعی مسئلے کے ذریعے وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:-

اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے (طَلِّقِيْ نَفْسَكِ) اور وہ تین کی نیت کرے تو عورت خود کو تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے۔ حالانکہ احناف نے فرمایا تھا کہ امر تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا تو مذکورہ شرعی مسئلے میں (طَلِّقِيْ) امر کے صیغے سے تین طلاق کیوں کر واقع ہوں گی۔

جواب اعتراض:-

امر کا صیغہ اپنے کم از کم افراد پر یقینی طور پر واقع ہوتا ہے لیکن یہ تمام افراد کا بھی احتمال رکھتا ہے کیونکہ کوئی بھی چیز ہو اس کے دو افراد ہوتے ہیں ایک فرد حقیقی دوسرا فرد جنسی۔ فرد حقیقی سے مراد کم از کم والا عدد ہے فرد جنسی سے مراد تمام افراد ہیں لہٰذا (طَلِّقِيْ نَفْسَكِ) والی مثال میں ایک طلاق تو فرد حقیقی کے طور پر یقیناً واقع ہوگی جبکہ فرد جنسی کے طور پر طلاق کے تینوں افراد بھی واقع ہو سکتے ہیں اور اعتراض میں مذکورہ شرعی مسئلے میں تین طلاقوں کا واقع ہونا فرد جنسی کی وجہ سے ہے اور اس پر قرینہ شوہر کا تین طلاقوں کی نیت کرنا ہے۔

نوٹ:-

امر کے صیغے (طَلِّقِيْ نَفْسَكِ) والی مثال میں دو طلاقیں واقع نہیں ہو سکتی اگرچہ شوہر اسکی نیت بھی کرے کیونکہ طلاقوں کے دو ہی فرد ہیں:

فرد حقیقی:- اس سے مراد ایک طلاق ہے

فرد جنسی:- اس سے مراد تمام یعنی تین طلاقیں ہیں۔ جبکہ دو طلاقیں نہ فرد حقیقی میں داخل ہیں اور نہ ہی فرد جنسی میں لہٰذا اگر کوئی دو کی نیت کر

بھی لے تو بھی ایک واقع ہو گی۔

نوٹ:۔

اگر مرد نے اپنی بیوی کو (طلقی نفسک) کہا اور اسکی بیوی باندی ہو تو ایسی صورت میں اس کو دو طلاقیں پڑ سکتی ہیں کیونکہ باندی عورت کے طلاق کا فرد جنسی یعنی تمام افراد دو وہ ہی ہوتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ امر کے صیغے میں تکرار نہیں ہوتا بلکہ اسکا کوئی ایک فرد خواہ فرد حقیقی ہو یا فرد جنسی وہ مراد لیا جاتا ہے نہ کہ امر کے حکم میں تکرار ہوتا ہے۔

س وَمَا تَكَرَّرَ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَبِأَسْبَابِهَا لَا بِالْأَوَامِرِ عبارت کی وضاحت؟

ج اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں

اعتراض:۔

امر جب تکرار کا احتمال نہیں رکھتا تو نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ جیسی عبادات میں تکرار کیوں ہوتا ہے؟

جواب اعتراض:۔

نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ جیسی عبادات میں تکرار، تکرار اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے نا کہ اوامر کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے لہذا جب بھی نماز کا وقت آئے گا تو ہر بار وقت آتے ہی نماز دوبارہ ادا کرنا لازم ہو گا اسی طرح جب بھی رمضان المبارک آئے گا روزے لازم ہوں گے اور جب بھی مال کا مالک بنے گا زکوٰۃ لازم ہو گی

تنبیہ:۔

حج پوری عمر میں ایک ہی مرتبہ کیا جاتا ہے کیونکہ حج کا سبب وجود کعبۃ اللہ ہے اور یہ ایک ہی ہے اس میں تکرار نہیں لہذا سبب کے تکرار نہ ہونے کی وجہ سے مسبب یعنی حج بار بار لازم نہیں ہوتا۔

نوٹ:۔

جب بھی عبادات کا سبب پایا جاتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا امر بھی تقدیری طور پر ثابت ہوتا ہے

اسی وجہ سے عبادات تجدد کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں۔

س كَذَا اِسْمُ الْفَاعِلِ يَدُلُّ عَلَى الْمَصْدَرِ لُغَةً وَلَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ عبارت کی وضاحت مع امثلہ لکھیں:۔

ج اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امر اور اسم فاعل کے درمیان مشابہت بیان کر رہے ہیں۔ یعنی جس طرح امر کا صیغہ مصدری معنی پر دلالت کرتا ہے اور اس میں تکرار کا احتمال نہیں ہوتا اسی طرح اسم فاعل بھی مصدری معنی پر دلالت کرتا ہے اور اس میں تکرار کا احتمال نہیں ہوتا۔

مثال :-

جیسے چور کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں سارق یعنی چور کا ایک چوری کے بدلے میں ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ سارق یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ تکرار معنی کا احتمال نہیں رکھتا اور اگر دوسری مرتبہ سارق چوری کرے تو اس صورت میں اسکا الٹا پیر کاٹا جائے گا اجماع صحابہ کی وجہ سے۔

نیز :-

تیسری بار چوری کی صورت میں اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے نیز اسی طرح (فَاقْطَعُوْا) امر کا صیغہ بھی تکرار کا احتمال نہیں رکھتا اسوجہ سے ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی مرتبہ چوری پر سارق کا سیدھا ہاتھ کاٹا جائے گا اور دوسری پر الٹا پاؤں اور تیسری چوری پر الٹا ہاتھ اور چوتھی بار چوری پر سیدھا پیر کاٹا جائے گا حضور علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے

مَنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْهُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْهُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْهُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْهُ

امام شافعی علیہ الرحمہ کا رد :-

اگر سارق کے دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤں کو بھی کاٹا جائے تو ایسی صورت میں کتاب اللہ کے نص پر زیادتی ہوگی کیونکہ نص تکرار کا احتمال نہیں رکھتا کیوں کہ نص میں اسم فاعل اور امر کے صیغے ہیں۔

احناف پر اعتراض :-

اگر کتاب اللہ کی نص تکرار کا احتمال نہیں رکھتی تو اس کے الٹے پیر کو کیوں کاٹا جا رہا ہے حالانکہ اسکا ہاتھ کاٹا جا چکا ہے لہٰذا تکرار تو اب بھی ثابت ہو رہا ہے۔

جواب :-

آپ کا اعتراض اس صورت میں درست ہوتا کہ جب ہم پیر کے کاٹنے کو نص سے ثابت کرتے جب کہ ہم نے پیر کے کاٹنے کا حکم اجماع اکابر سے ثابت کیا ہے باقی نص تو اس میں تکرار کا احتمال نہیں رکھتی ہے۔

دوسرا اعتراض :-

غیر محصن اگر زنا کرتا ہے تو اسے 100 سو کوڑے لگائے جاتے ہیں پھر دوبارہ زنا کرے تو اسے دوبارہ کوڑے لگائے جاتے ہیں کیا یہ اللہ کے فرمان فَاجْلِدُوْا میں تکرار نہیں ہے۔

ج مذکورہ صورت میں غیر محصن کو دوبارہ کوڑے لگانا تکرار سبب کی وجہ سے ہے نیز اسکا بدن دوسرے سبب کے وقت نئے سرے سے کوڑے کھانے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا تکرار نہ ہوا بخلاف سارق کے۔

سوال: حُكْمُ الْأَمْرِ نَوْعَانِ أَدَاءٌ وَقَضَاءٌ عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ امر کا حکم یعنی وجوب کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ وجوب کی دو قسمیں ہیں۔ ادا (۲) قضاء

سوال: اداء کی تعریف بیان فرمائیں:-

ج: هُوَ تَسْلِيمُ عَيْنِ الْوَاجِبِ بِالْأَمْرِ۔ یعنی ادا کہتے ہیں اس واجب چیز کو جو امر سے ثابت ہوا ہے اسکو اسکے معین وقت میں عدم سے وجود میں لانا جیسے:- نماز کو باجماعت وقت پر ادا کرنا۔

قضاء:- هُوَ تَسْلِيمُ مِثْلِ عَيْنِ الْوَاجِبِ بِهِ۔ یعنی قضاء کہتے ہیں اس واجب کو جو امر سے ثابت ہوا ہے اسکو اسکے معین وقت کے علاوہ میں عدم سے وجود میں لانا جیسے:- گزشتہ دن کی نماز ظہر کو دوسرے دن میں ادا کرنا۔

سوال: کیا ادا اور قضاء ایک دوسرے کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔

ج: جی ہاں۔

ادا قضاء کے معنیٰ میں مجازی طور پر استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح قضاء ادا کے معنی میں مجازی طور پر استعمال ہوتا ہے

جیسے:- کوئی شخص یہ نیت کرے کہ میں آج کے ظہر کی نماز قضاء کرتا ہوں یہ بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ نیت کرے کہ میں کل کے ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں تو بھی جائز ہے

دلیل:-

قضاء یہ ادا کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان (وَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ) ترجمہ جب جمعہ کی نماز ادا کی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔

نوٹ:-

علامہ فخر الاسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قضاء عام ہے وہ ادا اور قضاء دونوں مضمون میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ اسکا معنی ہے ذمہ سے ساقط ہو جانا اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتا ہے

سوال: وَالْقَضَاءُ يَجِبُ بِهِ الْأَدَاءُ عبارت کی وضاحت کریں:-

ج: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ اداء اور قضاء کے اسباب بیان فرما رہے ہیں احناف کے نزدیک حکم شرعی کو جس سبب کی وجہ سے ادا کرنا واجب ہوتا ہے اس حکم شرعی کو قضاء کرنا اسی سبب سے ہی واجب ہوتا ہے جس ادا کرنا واجب ہوا تھا شوافع کے نزدیک حکم شرعی کا وجوب جس سے ثابت ہوا ہے اس حکم شرعی کا قضاء کرنا جدید سبب سے واجب ہوتا ہے نا کہ ادا والے سبب سے۔

سوال

مثال:۔

جیسے احناف کے نزدیک نماز اور روزے کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے ان دو دلیلوں سے کہ نماز اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ سے جبکہ روزہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ سے لہذا نماز اور روزے کے قضاء کیلئے بھی سبب یہی دو آیتیں بنیں گی یعنی نص جدید کی حاجت نہیں ہوگی۔ جبکہ شوافع کے نزدیک نماز کے ادا کا سبب اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہے اور روزے کے ادا کا سبب کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ہے اور نماز کے قضاء کا سبب یہ حدیث ہے (مَنْ نَامَ عَنْ صَلٰوۃٍ اَوْ نَسِیَھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا) اور روزے کے قضاء کا سبب یہ آیت ہے (فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَر) نیز نماز اور روزے کے علاوہ وہ چیزیں جن کے قضاء کے بارے میں کوئی نص سبب قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو تو ان کے قضاء کرنے کا سبب (تفویت) فوت کرنا ہوگا۔ جو کہ قضاء کیلئے قائم مقام ہے کیونکہ تفویت کے معنی میں تعدی (زیادتی) کے معنی پائے جاتے ہیں اور زیادتی ضمان کا سبب ہوتا ہے۔

شوافع کا رد:۔

نماز اور روزے کی قضاء کا سبب وہی ہوتا ہے جو ان کے ادا کا سبب ہوتا ہے یعنی وقت جبکہ شوافع نے جو آیت اور حدیث نماز اور روزے کی قضاء کا سبب بیان کیا ہے وہ ادا کے سبب والی آیتوں کی وضاحت بیان کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں ان کو نیا سبب قرار دینا درست نہیں ہے

س امام شافعی رحمہ اللہ اور احناف رحمہ اللہ کے مذہب پر مزید دلائل اور مثالیں بیان فرمائیں؟

ج احناف کے نزدیک قضاء اور ادا دونوں کا سبب ایک ہوتا ہے جبکہ شوافع کے نزدیک ادا اور قضاء کا سبب الگ ہوتا ہے

احناف کے دلائل:۔

حضر (مقیم ہونے کی حالت) میں قضاء ہونے والی نماز کو اگر سفر میں ادا کیا جائے تو چار رکعت ہی ادا کی جائیں گی اور اسی طرح سفر میں قضاء ہونے والی نماز کو حضر میں ادا کیا جائے تو دو رکعت ہی ادا کی جائیں گی حالانکہ:۔ سفر میں فرض نماز دو رکعت ہو جاتی ہے مگر پھر بھی حاضر قضاء فرض کی چار رکعت ہی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح حاضرین فرض نماز کی دو رکعت پڑھتے ہیں اسی طرح جہر والی نماز جیسے مغرب و عشاء کی قضاء اگر دن میں پڑھی جائے تو جہری طور پر پڑھی جاتی ہے حالانکہ دن کو جہراً قراءت نہیں کی جاتی اسی طرح سری نماز جیسے ظہر و عصر کی قضاء اگر رات کو کی جائے تو بھی سری آواز سے قضاء پڑھی جاتی ہے حالانکہ رات کو فرض نماز سری آواز سے نہیں پڑھی جاتی بلکہ جہری قراءت کی جاتی ہے

امام شافعی کے دلائل :-

وجوبِ قضاء کیلئے وجوبِ ادا کے علاوہ سبب کا ہونا لازمی ہے جیسے :- صحیح و تندرست ہونے کی حالت میں اگر کسی کی نماز قضاء ہو گئی تو اس نماز کی قضاء مرض کی حالت میں انسان مریضوں کی طرح بیٹھ کر ہی قضاء کرتا ہے۔

تینز :-

اسی طرح مرض کی حالت میں کوئی نماز فوت ہو جائے تو تندرستی کی حالت میں اس نماز کی قضاء صحیح آدمی کی طرح کھڑے ہو کر ادا کی جائے گی۔

احناف پر اعتراض :-

ادا اور قضاء کا سبب ایک ہوتا ہے عند الاحناف اس پر امام شافعی علیہ الرحمہ کا اعتراض اگر کسی شخص نے نذر مانی کہ وہ رمضان کے مہینے کا اعتکاف کرے گا پس اس نے رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اعتکاف کی قضاء دوسرے رمضان میں نہیں کرے گا بلکہ نفلی روزے رکھ کر اسے عام دنوں میں قضاء کرے گا اگر قضاء کا سبب وہی ہوتا جو ادا کا سبب ہے تو مذکورہ شخص دوسرے رمضان میں ہی اعتکاف کی قضاء کرتا مگر وہ رمضان کے علاوہ دنوں میں قضاء کر رہا ہے معلوم ہوا کہ قضاء کا سبب دوسرا ہوتا ہے۔

ج

احناف کہتے ہیں کہ مذکورہ شخص دوسرے رمضان میں اعتکاف کی قضاء نہیں کر رہا بلکہ عام دنوں میں کر رہا ہے اسلئے کہ جب کوئی شخص اعتکاف کی نذر مانتا ہے تو اسکے ساتھ وہ روزے کی بھی نذر مانتا ہے کیونکہ روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا۔ لہذا مذکورہ شخص اعتکاف کے ذریعے سے روزے کی منت ماننے والا ہوا۔ تو اس رمضان کے اعتکاف کی فضیلت کسی عارض کی وجہ سے اس سے فوت ہو گئی تو چونکہ اسکی فضیلت دوبارہ نہیں پا سکتا اسلئے ہم دوسرے دنوں میں اسے روزے کے ساتھ اعتکاف کی قضاء کروا رہے ہیں۔

نوٹ :-

زندگی اور موت کا بھروسہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے رمضان میں قضاء کرنے کا حکم نہیں دیتے۔

سوال وَالْأَدَاءُ أَنْوَاعٌ كَامِلٌ وَقَاصِرٌ وَمَا هُوَ شَبِيهٌ بِالْقَضَاءِ
عبارت کی وضاحت سے امثلہ بیان کریں ؟

ج اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ ادا کی اقسام بیان کر رہے ہیں اسکی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ کامل ۲۔ قاصر ۳۔ ادا مشابہ بالقضاء

۱۔ ادا کامل :- جیسے نماز کو باجماعت پڑھنا یہ ادا کامل کی مثال ہے کیونکہ شریعت میں نماز کو باجماعت پڑھنے کا ہی حکم دیا گیا ہے

جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن تک جماعت سے نماز سکھائی۔

(۲) اداء قاصر:- جیسے نماز اکیلے پڑھنا یہ اداء قاصر کی مثال ہے کیونکہ نماز کو جس طرح پڑھنے کا حکم تھا اس کے خلاف نماز ادا کی گئی ہے

(۳) اداء مشابہ بالقضاء:- جیسے لاحق شخص کا امام کے فارغ ہونے کے بعد والی نماز کو مکمل کرنا

وضاحت:-

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے امام کو نماز میں پالیا اس کے بعد اسے حدث لاحق ہوا۔ پھر وہ وضو کرکے آیا تو امام جماعت سے فارغ ہو چکا تھا۔ اب یہ شخص اپنی بقیہ نماز کو پورا کرے گا۔
مذکورہ صورت میں نماز کو پورا کرنا ادا ہے مگر قضاء کے مشابہ اس طور پر ہے کہ نماز کو مکمل اس طرح نہیں کیا گیا جیسے اسے شروع کیا گیا تھا۔

اعتراض:-

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ادا کی مذکورہ اقسام بنانے میں صاحب منار سے تسامح (بھول) ہوئی ہے اس طور پر کہ کسی بھی چیز کی اقسام ایک دوسرے کے مقابل میں ہوتی ہیں بلکہ ایک دوسرے کا غیر ہوتی ہے جبکہ مذکورہ صورت میں تیسری قسم کے اندر اداء اور قضاء ایک دوسرے سے مل رہی ہے۔

مدنی مشورہ:-

صاحب نور الانوار نے مشورہ عطا فرمایا کہ آپ یہاں ادا کی دو قسمیں بیان کرتے

(۱) اداء محض (۲) اداء مشابہ بالقضاء

اداء محض کی دو اقسام بنتیں ہیں۔ (۱) اداء کامل (۲) اداء قاصر
اور دوسری تقسیم کی ایک ہی قسم بنتی اداء مشابہ بالقضاء

نوٹ:-

اداء کی مذکورہ قسمیں جس طرح حقوق اللہ میں پائی جاتی ہیں اسی طرح حقوق العباد میں بھی اسکی مثال موجود ہیں۔

(۱) اداء کامل:- اداء کامل کی مثال کی مثال حقوق العباد والی عین مغصوبہ چیز کو لوٹانا یعنی کسی شخص نے دوسرے کی کوئی چیز غصب کی جیسے غلام وغیرہ تو اس چیز کو بغیر کسی نقصان کے لوٹانا اداء کامل ہے

(۲) اداء قاصر:- اداء قاصر کی حقوق العباد والی مثال عین مغصوبہ چیز کو جنایت کے ساتھ لوٹانا یعنی اگر کسی نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور وہ غلام واپس کرتے وقت جنایت جرم کا مرتکب ہو چکا تھا تو اسی صورت میں یہ غلام لوٹانا اگرچہ اداء ہے مگر قاصر ہے کیونکہ اس میں تعدی یعنی زیادتی ہوتی ہے۔

3 اداء مشابہ بالقضاء:-

اداء مشابہ بالقضاء کی حقوق العباد والی مثال۔ جیسے دوسرے کے غلام کو مہر مقرر کرنا یعنی اگر کسی نے اپنی بیوی کو مہر میں دوسرے آدمی کا غلام مقرر کیا اور شادی کے بعد اس غلام کو خرید کر بیوی کے حوالے کیا تو یہ اداء اس حیثیت سے ہے کہ عین اس غلام کو مہر میں دیا جا رہا ہے لیکن قضاء کے مشابہ اس طرح ہے کہ وہ غلام مہر مقرر کرتے وقت اسکی ملکیت میں نہیں تھا پھر بعد میں اس نے اس غلام کو خریدا لہذا یہاں پر ملکیت تبدیل ہوئی ہے پہلے وہ غلام اپنے آقا کی ملکیت میں تھا اب شوہر کی ملکیت میں آیا ہے لہذا ملکیت کے بدلنے سے عین چیز بھی تبدیل ہوئی ہے

سوال: ملکیت کے بدلنے سے عین کیسے تبدیل ہوتی ہے:-

ج: حدیث پاک میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کو کھجور پیش کیئے حالانکہ وہاں ہانڈی میں گوشت ابل رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمارا گوشت میں حصہ نہیں بناؤں گے تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یہ صدقے کا گوشت ہے تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لَكِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ یعنی یہ گوشت تمہارے لیئے صدقہ ہے لیکن ہمارے لیئے یہ ہدیہ ہوگا لہذا معلوم ہوا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں وہ گوشت صدقہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدیہ تھا

نوٹ:- ملکیت کے بدلنے سے عین چیز بھی بدل جاتی ہے جیسے مہر مقرر کردہ غلام۔

دلیل 1 :-

مہر میں مقررہ غلام جب مالک کی ملکیت سے نکل کر شوہر کی ملکیت میں آیا تو چونکہ مہر میں وہ غلام ہی مقرر تھا اس لیئے بیوی پر لازمی و جبری طور پر اس غلام کو قبول کرنا کیا جائے گا یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ غلام دینا اداء ہے۔

دلیل 2 :-

مالک کی ملکیت سے نکلنے کے بعد وہ غلام شوہر کی ملکیت میں خریدنے کی صورت میں آ جائے گا لہذا اگر وہ شوہر اس غلام کو آزاد کرنا چاہیے تو وہ غلام آزاد کرنے سے آزاد ہوگا نا کہ بیوی کے آزاد کرنے سے یہ اسکے مشابہ بالقضاء ہونے کی علامت ہے۔

سوال: وَالْقَضَاءُ أَنْوَاعٌ أَيْضًا بِمِثْلٍ مَعْقُولٍ وَبِمِثْلٍ غَيْرِ مَعْقُولٍ وَمَا هُوَ فِي مَعْنَى الْأَدَاءِ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: اداء کی طرح قضاء کی بھی تین اقسام ہیں

1 مثل معقول 2 مثل غیر معقول 3 قضاء مشابہ بالاداء

1 مثل معقول:- اس سے مراد وہ قضاء ہے جس کے مثل کا ادراک ممکن ہو

قطعی نظر شرع کے (یعنی اگرچہ وہ شریعت میں ہم مثل نہ ہو) جیسے روزے کی روزے سے قضاء

۲ مثل غیر معقول :-

اس سے مراد وہ قضاء جس کے مثل کا ادراک ممکن نہ ہو مگر شرعی طور پر (یعنی شریعت اسے مثل قرار دے ہو) جیسے روزے کے بدلے فدیہ دینا۔

۳ قضاء مشابہ بالاداء :-

اس سے مراد وہ قضاء ہے جس میں ادا کی مشابہت ہو جیسے عید کی زائد تکبیروں کو قضاء کرنا رکوع میں

نوٹ :-

احناف اور شوافع کا قضاء مثل غیر معقول کے سبب کے بارے میں اتفاق ہے کہ اسکی قضاء کا سبب اس کے ادا کے سبب کا غیر ہوتی ہے۔

اعتراض :-

شیخ فانی کیلئے جب روزے کے بدلے فدیہ دینا غیر معقول امر خلاف قیاس ثابت ہے تو چاہیے یہ کہ اس سے اور پر اس شخص کو قیاس کرنا درست نہ ہو جو مر گیا ہو اور اس پر نمازیں وغیرہ ہوں

ج - شیخ فانی کا حکم اس پر جو مر گیا ہو اور اس پر روزے نماز وغیرہ ہوں۔ یہ حکم بر بنائے احتیاط ہے نہ کہ قیاس کے طور پر نیز یہ احتیاط کا حکم روزے والی نص سے استدلاً ثابت کیا گیا کیونکہ اس نص میں مخصوص بالعموم کا احتمال بھی موجود ہے اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس میں کوئی عام علت ہو۔ جیسے روزے سے عاجز ہونا ؛ تو نماز سے عاجز شخص کو اسی لیئے حکم حکم ثابت ثابت کیا گیا۔

نوٹ :-

میت کیلئے جو فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے اس میں دو اہم فائدے ہیں

۱ یا تو اللہ عزوجل اسے روزے کی عوض قبول فرمائے گا۔

۲ بصورت دیگر اسے صدقے کا ثواب ملے گا۔

سوال کیا احتیاط کی بناء پر کوئی شریعت میں کوئی چیز واجب کرنے کی نظیر ہے اس حال میں کہ ثبوت بھی غیر معقول اور خلاف قیاس ہو؟

ج جی ہاں! اسکی مثال شریعت میں موجود ہے۔ مسئلہ :- اگر کسی فقیر نے بکری کی نذر مانی یا بکری خرید کر اسے ہلاک کر دیا یا پھر قربانی کیلئے بکری خریدی مگر قربانی نہ کر سکا اور قربانی کے ایام بھی گزر گئے تو ایسی صورت میں احتیاط کی بناء پر اس بکری کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور یہ صدقہ قضاء کے حکم میں نہیں ہوگا خلاف قیاس وغیرہ

معقول ہونے کی وجہ سے

قضاء کی تینوں قسموں کی حقوق العباد میں مثالیں

1 قضاء مثل معقول:-

مغصوبہ چیز کو غصب کرنے کے بعد اگر ہلاک کر دیا تو ایسی صورت میں اگر اسکی مثل موجود ہو تو اولاً اسکی مثل ہی بدلے میں دیں گیں ورنہ اسکی درمیانی یعنی اوسط قیمت ضمان میں دیں گیں۔

نوٹ:-

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوا کہ قضاء مثل معقول کی دو قسمیں ہیں 1 کامل جیسے نماز کی قضاء بھی باجماعت کرنا 2 قاصر:- نماز قضاء منفرد کرنا۔

2 قضاء مثل غیر معقول:-

جان اور اعضاء کا ضمان مال کے ذریعے دینا۔ دیت کے ذریعے ان نہیں مگر مشروع اسلئے ہوا تاکہ خون وغیرہ ضائع نہ ہو

3 قضاء مشابہ بالاداء:-

جیسے مرد نے دوسرے کے غلام کو مہر مقرر کر کے شادی کی اگر وہ غلام خرید کر بیوی کو دیا تو ادا ہے اور اگر غلام نہیں دیا تو اسکی قیمت دینا ہوگی یہ قضاء ہے مگر اس میں ادا کے معنی بھی ہیں کیونکہ غلام معلوم الذات ہے مگر مجہول الصفۃ نیز غلام کی قیمت اوسط ہوگی۔

سوال قضاء مثل معقول کی اقسام میں سے کامل قاصر سے مقدم ہے مع امثلہ بیان فرمائیں؟

ج امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک مثل کامل کو مثل قاصر سے مقدم رکھا جائے گا۔ جیسے اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کے ہاتھ کاٹنے کے بعد تندرست ہونے سے پہلے قبل ہی اسکو قتل کر دیا تو اب اس شخص کے بھی پہلے ہاتھ کاٹ کر اسے قتل کیا جائے گا مثل کامل پر عمل کرتے ہوئے جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذکورہ جنایتوں میں تداخل ہوگا اور اس شخص کو صرف قتل کیا جائے گا جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک تداخل نہیں ہوگا۔

سوال مثلی چیز کے ختم ہونے کے بعد ضمان میں اسکی قیمت دینے میں کونسے وقت کا اعتبار کیا جائیگا۔

ج

اگر ضمان والی اصل چیز فوت ہو جائے تو اسکی قیمت واجب الادا ہوگی مگر قیمت کا کونسا اعتبار ہوگا

اس میں اختلاف ائمہ ہے؟

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک:۔

خصومت والے دن کا اعتبار ہوگا کیونکہ اس سے پہلے مثل صوری ملنے کی امید ہوتی ہے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک:۔

یوم الغصب کا اعتبار ہوگا اور وہی قیمت واجب ہوگی۔

امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک:۔

انقطاع مثل والے دن کے قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔

سوال

قلنا جمیعا المنافع لا تضمن بالاتلاف ..... الخ۔ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج

احناف کے ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمہ کے نزدیک غیر معقول اشیاء کا ضمان نہیں دیا جائے گا جبکہ شوافع کے نزدیک ضمان لازم آئے گا۔ جیسے: اگر کسی نے دوسرے کے گھوڑے کو غصب کیا کچھ ایام تک تو جن ایام میں اسے اپنے پاس رکھا اور اسے استعمال کیا یا صرف اپنے (حبس) قید میں رکھا ان دنوں اور ان سفروں کا تاوان غاصب سے نہیں لیا جائے گا کیونکہ اسکی مثل غیر معقول سوار اور سفر میں تفاوت کی وجہ سے

نوٹ:۔

منافع اور زوائد کے حکم میں فرق ہے کیونکہ زوائد سے مراد ان کا دودھ اور نسل وغیرہ ہیں اور انکے استہلاک کی وجہ سے ضمان لازم ہوگا نہ کہ ہلاکت کی وجہ سے جبکہ منافع ہلاکت و استہلاک دونوں صورتوں میں غیر مضمون ہیں غیر معقول ہونے کی وجہ سے۔

سوال

وملک النکاح لا یضمن بالشہادۃ بالطلاق بعد الدخول ــــ الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

ج

صاحب نورالانوار علیہ الرحمہ اس عبارت سے دوسری مثال دے رہے ہیں اس قاعدے میں جس میں فرمایا گیا ہے کہ غیر مثلی اشیاء کا ضمان لازم نہیں ہوتا۔

وضاحت:۔

اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی

ہے اور ان کی گواہی کی وجہ سے قاضی نے اس سے مہر لے کر ان کے درمیان تفریق کروا دی اور کچھ
عرصہ بعد گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا تو ایسی صورت میں گواہوں
پر کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ ان کی گواہی سے صرف عورت کا حلال ہونا ہی زید
سے فوت ہوا ہے اور اس کا بدل (بضع) دینا بھی جائز نہیں اور جمع والا مال
دینا بھی جائز نہیں کیونکہ اس کے بدلے وہ نفع لے چکا ہے لہذا غیر مثل
ہونے کی وجہ سے کچھ لازم نہ ہوگا۔

سوال: ولابد للمامور به من صفة الحسن ضرورة ـــ الخ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

ج: شریعت کے مامور بہ حکم میں حسن (خوبی) کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ماتریدیہ کے نزدیک احکام کا حکم دینے والا حکیم عزوجل ہے اور وہ حکمت والے افعال کا ہی حکم دے نہ کہ برے (فحش) کا۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک احکام کے حسن و قبیح ہونے کا فیصلہ عقل کرتا ہے تاکہ شریعت اور معتزلہ کے نزدیک حسن و قبیح کا فیصلہ شریعت کرتی ہے نہ کہ عقل

نوٹ:-
مامور بہ حسن کی دو [illegible] صورتیں ہیں ① حسن لعینہ
② حسن لغیرہ

سوال: حسن لعینہ کی تعریف و اقسام مع امثلہ بیان کریں؟

ج: حسن لعینہ:-
اس سے مراد وہ مامور بہ حکم ہے جس کی ذات میں حسن پایا جاتا ہے بغیر کسی واسطے کے۔
اسکی تین قسمیں ہیں:- ① مالا یقبل السقوط ② ما یقبل السقوط
③ ملحقا بالحسن لعینہ مشابہ بالحسن لغیرہ۔

① مالا یقبل السقوط:-
مامور بہ جس میں دائمی حسن پایا جائے اور ہمیشہ مکلّف پر واجب و لازم ہے: جیسے تصدیق باللہ والرسول جب تک بالغ و عاقل سلامت ہے اس پر تصدیق کرنا لازم ہے

② ما یقبل السقوط:-
جو مامور بہ مکلّف سے عذر کی وجہ سے ساقط ہو سکتا ہے جیسے صلوٰۃ (نماز) بالذاتہ ہی حسن ہے مگر حیض و نفاس اعذار کی وجہ سے ساقط ہو سکتا ہے۔

(3) ملحق بالحسن لعینہ، مشابہ بالحسن لغیرہ:-

وہ مامور بہ جو حسن لعینہ سے ملا ہوا ہو مگر غیر کے حسن والے معنی میں بھی ہو۔
جیسے زکوٰۃ یہ بظاہر تو اضاعتِ مال ہے مگر فقیر کی حاجت کو پورا کرنے کی وجہ
سے اس میں حسن پایا جاتا ہے اسی طرح صوم بظاہر جان کو بھوکا رکھنا ہے
مگر نفس امارہ پر قہر کی وجہ سے اس میں حسن ہے۔ اسی طرح حج بھی

سوال: حسن لغیرہ کی تعریف واقسام مع امثلہ بیان کر دیں؟

ج: حسن لغیرہ:-

اس سے مراد وہ مامور بہ ہے جس میں حسن غیر کی وجہ سے پایا جائے
اور اس غیر کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

حسن لغیرہ کی تین (3) اقسام ہیں (1) لا یتأدی بنفس المأمور بہ
(2) یتأدی بنفس المأمور (3) ملحق بہ او بشرطہ

(1) لا یتأدی بنفس المأمور بہ:-

وہ مامور بہ جس کے ادا کرنے سے حسن چیز ادا نہیں ہو جاتی بلکہ حسن چیز کیلئے
علیحدہ فعل کی ضرورت ہوتی ہے جیسے وضو یہ ایسا مامور بہ ہے
کہ اس کے ادا کرنے سے غیر چیز ادا نہیں ہوتی بلکہ اسکے لیے علیحدہ
فعل کرنا پڑتا ہے کیونکہ وضو بظاہر پانی بہانا ہی ہے مگر نماز کی وجہ
سے حسن پیدا ہوتا ہے اور وہ اسکا غیر ہے اسے حسن لغیرہ کامل
بھی کہتے ہیں۔

(2) یتأدی بنفس مامور بہ:-

اس سے مراد وہ مامور بہ ہے جس کے ادا کرنے سے غیر بھی ادا ہو جاتا ہے
اسکے لیے دوسرے فعل کی حاجت نہیں رہتی جیسے: جہاد۔ یہ بظاہر
تو تعذیب عباد اللہ اور تخریب بلاد اللہ ہے مگر اعلاء کلمۃ الحق کی
وجہ سے اس میں حسن پایا جاتا ہے اور مامور بہ (جہاد) کے ادا کرنے سے ہی
غیر (اعلاء کلمۃ الحق) بھی ادا ہو جاتا ہے۔

(3) ملحق بہ او بشرطہ:-

اس سے مراد وہ حسن لغیرہ ہے جس میں حسن مامور بہ کے کسی ملحق
یا مشروط چیز کی وجہ سے پائی جائے جیسے: قدرۃ۔ کیونکہ قدرت کے مطابق
ہی انسان کو اسکے اعمال کا مکلف بنایا گیا ہے یعنی قدرت تمام مامور بہ
اقوال و افعال کی
ہے

نوٹ:-

جمہور کے نزدیک حسن لغیرہ کی چھٹی قسم قدرت حقیقت میں کوئی قسم نہیں بلکہ حسن لعینہ اور حسن لغیرہ کی اقسام خمسہ کی ایک شرط ہے۔ علامہ فخر الاسلام کا اسے قسم سادس دکھائی قرار دینا تسامح کی بنیاد پر ہے کیونکہ در حقیقت قدرۃ مشروط تمام مامور بہ احکام کیلئے ہے نہ کہ الگ سے کوئی قسم ہے۔ نیز اقسام کی طرح ان امثلہ بیان کرنے میں بھی مصنف منار علیہ الرحمۃ سے تسامح واقع ہوا ہے سابقہ ہے۔

سوال: قدرت سے کیا مراد ہے؟

ج: قدرت سے مراد سلامتی اسباب و آلات ہیں یعنی اعضاء و جوارح کا صحیح وسالم ہونا مامور بہ کو ادا کرنے سے قبل لازمی ہے۔ جیسے وضو پر قدرت وجود ماء کی صورت میں ہے ورنہ تیمم اسی طرح قبلہ کی طرف منہ کرنا عدم خوف اور علم کی صورت میں ہے ورنہ قدرت کے مطابق اور تحری کا حکم ہے۔ اسی طرح روزہ مشروط ہے صحت و اقامت سے

سوال: قدرت کی اقسام بیان کریں بالتفصیل؟

ج: قدرت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ مطلق ۲۔ کامل

۱۔ قدرت مطلق:-

وھو ادنی ما یتمکن بہ العبد من اداء ما لزمہ۔ اس سے مراد وہ قدرت ہے جس میں سہولت و آسانی کے معنی نہیں ہوتے بلکہ کم از کم اتنی وسعت (وقت) ہو کہ جس میں مامور بہ حکم کو ادا کرنا ممکن ہو جیسے چار رکعت نماز کیلئے کم از کم پانچ وکم منٹ وقت ہونا قدرت مطلق ہوگی۔

نوٹ:-

قدرت مطلق میں کم از کم وقت کا وجود حقیقتاً ہونا لازم (ہو) نہیں بلکہ وقت کا توہم (اوہام) بھی کافی شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ من جانب اللہ وقت کا امتداد ممکن ہے اور اسکی مثالیں بھی موجود ہیں۔ جیسے حضرت یوشع علیہ السلام کا فتح القدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نماز عصر کا واقعہ۔

مسئلہ:-

لہذا اگر کوئی بچہ بالغ ہو جائے یا کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا عورت حیض و نفاس سے پاک ہو جائے اس حال میں کہ نماز کے پورا کرنے کا وہم ہو تو اس پر قدرت مطلقہ کی وجہ سے نماز لازم ہوگا۔ بصورت ادا نہ ہونے کے اس پر قضاء لازم ہوگا

قدرتِ مطلقہ:- 2

اسے قدرتِ میسرہ بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ قدرت ہے جس میں مامور بہ حکم کو سہولت و آسانی کے ساتھ ادا کرنا ممکن ہوتا ہے اور یہ قدرت کامل اکثر عباداتِ مالیہ کیلئے مشروط ہوتا ہے نہ کہ عبادات بدنیہ کیلئے۔ نیز قدرت کامل کا دائمی ہونا ضروری ہے یعنی جب تک یہ کامل قدرت موجود ہے مامور بہ واجب رہے گا اور جب منتفی ہو تو مامور بہ کا وجوب بھی منتفی ہوگا۔ جیسے۔ زکوٰۃ کا وجوب قدرۃ میسرہ کے ساتھ مشروط ہے اور اسکی قدرتِ میسرہ حولانِ حول سے حاصل ہوتی ہے لہذا حولانِ حول کے بعد اگر کل مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ کا حکم بھی ساقط ہوگا قدرتِ میسرہ کے منتفا ہونے کی وجہ سے۔ اسی طرح خراج بھی مشروط بالقدرۃ المیسرۃ ہوگا اگر خراجی زمین میں زراعت کی مگر آفتِ سماوی کی وجہ سے فصل ہی ضائع ہوئی تو خراج لازم نہ ہوگا انتفاءِ قدرتِ میسرہ کے سبب۔